زیر سرپرستی: داعیِ اسلام شیخ ابو سعید شاہ احسان اللہ محمدی صفوی

ماہنامہ خضرِ راہ دہلی

جلد 1 | شمارہ 8

محرم ۱۴۳۳ھ
نومبر ۲۰۱۲ء

مجلس ادارت

مولانا حسن سعید صفوی
مولانا محمد عمران ثقافی
مولانا کتاب الدین رضوی
مولانا قمر احمد اشرفی
مولانا سجاد عالم مصباحی
ڈاکٹر شہزاد انجم
جناب احمد جاوید

مدیران

محمد جہانگیر حسن ۔ شوکت علی سعیدی

نائبین مدیر

محمد آفتاب عالم ۔ ابرار رضا مصباحی

مجلس منتظمہ

سرکولیشن منیجر : ساجد سعیدی
اشتہار منیجر : موسیٰ رضا
تزئین کار : منظر سبحانی

مجلس مشاورت

حافظ حسین سعید صفوی
مولانا ضیاء الرحمٰن علیمی
مولانا ذیشان احمد مصباحی
مولانا اشتیاق عالم مصباحی
مولانا شاہد رضا ازہری
مولانا عارف اقبال
شاکر عالم مصباحی
مولانا غلام مصطفیٰ ازہری

نوٹ:
مضمون نگار کے افکار و نظریات سے ادارے کا اتفاق ضروری نہیں۔ ادارہ

مراسلت کا پتہ:

ماہنامہ خضر راہ
F-464 جیت پور پارٹ II، نزد کھجوری مسجد بدر پور، نئی دہلی۔۴۴
KHIZR-E-RAH(Monthly)
F-464, Jaitpur II, Near Khajuri Masjid
Badarpur, New Delhi.44
E-Mail-khizrerah@gmail.com
Mobile: 09312922953

قیمت فی شمارہ	: 20 روپے
قیمت سالانہ	: 200
قیمت سالانہ سرکاری ادارے و لائبریری	: 500
بیرون ممالک	: 40/ امریکی ڈالر
لائف ممبرشپ	: 5000

پرنٹر، پبلشر، پروپرائٹر شوکت علی نے حرمین آفسیٹ پریس 632 رنگ محل، چاندنی محل، نئی دہلی 2، سے طبع کرا کر آفس ''ماہنامہ خضر راہ'' F-464 جیت پور پارٹ II، نزد کھجوری مسجد بدر پور، نئی دہلی۔44 سے شائع کیا۔

نوٹ: رسالے سے متعلق کوئی بھی مقدمہ صرف دہلی کی عدالت میں قابل سماعت ہوگا

ناشر: شاہ صفی اکیڈمی/ جامعہ عارفیہ سید سراواں، کوشامبی، الہ آباد (یوپی)

خضرِ راہ

حمد ومدح:	شاہ احسان اللہ محمدی، عزیز اللہ شاہ	۳	شرعی مسائل:	مولانا یعقوب علی خاں	۱۲
عرفانی مجلس:	شیخ ابوسعید شاہ احسان اللہ محمدی	۴	شہ پارۂ اسلاف:	مخدوم شیخ سعد خیر آبادی	۱۳
اداریہ:	جہانگیر حسن	۵	اسرار التوحید:	شیخ محمد بن منور	۱۵
دعوت قرآن:	ذیشان احمد مصباحی	۸	نور اعتقاد:	ضیاء الرحمٰن علیمی	۱۷
ضیائے حدیث:	مقصود عالم سعیدی	۱۰	شخصیت:	جہانگیر حسن	۲۱

علم وعرفان

مضامین	مضمون نگار	صفحہ
شہادت بقا ہے فنا نہیں	اشتیاق عالم مصباحی	۲۴
اللہ تعالیٰ سے ہمارا رشتہ کیسے مضبوط ہو؟	جہانگیر حسن	۲۷
حسن اعتقاد اور حسن عمل	فخر الزماں نورانی	۳۱
دنیاوی زندگی کی حقیقت	امام الدین سعیدی	۳۴
اچھے اخلاق اپنایئے	محمد نوازش	۳۷
اللہ کا جلوہ کائنات کے ہر ذرے میں ہے	شاہ نواز فاروقی	۳۹
عہدِ رسالت میں بیعت	غلام مصطفیٰ ازہری	۴۲
حضرت جاریہ سودا رحمۃ اللہ علیہا	مولانا جامی علیہ الرحمہ	۴۶
ساری دنیا پہ ہے احسانِ حسین	شیخ ابوسعید شاہ احسان اللہ محمدی	۴۸
عمل کے بغیر علم کچھ فائدہ نہیں دیتا	سید دانش بقائی	۵۰
قول وعمل میں تضاد پسندیدہ عمل نہیں	اشتیاق عالم	۵۲
یو جی سی نیٹ امتحان اِن پیج:۳ کی خصوصیات	شوکت علی سعیدی	۵۴
مسلمانوں میں اتحاد اور دعوت کا فروغ وقت کی اہم ضرورت	ساجد علی سعیدی	۵۸
مشکل الفاظ کے معانی اور مفاہیم	ادارہ	۶۱

حمد و مدح

آئینۂ جمال الٰہی

آئینۂ جمال الٰہی ہے چار سو
جس سمت دیکھتا ہوں نظر آرہا ہے تو

ہر شان میں ہے شانِ تجلی وحدہٗ
ہر آن وہی آپ ہے خود اپنے روبرو

جب تجھ کو ڈھونڈتا ہوں تو پاتا ہوں خود کو میں
اور خود کو ڈھونڈتا ہوں تو ہوتا ہے تو ہی تو

پوشیدہ تھا جو غیب کے پردہ میں خود وہی
ظاہر ہوا شہود کی صورت میں چار سو

جس طرح موج بحر کو ہے بحر کی تلاش
یوں ہی سعیدؔ اللہ کی کرتا ہوں جستجو

شیخ ابوسعید شاہ احسان اللہ محمدی

خدا کی شان

جس پہ ایماں فرض ہے عالم کو وہ ایماں ہیں آپ
زندہ ہیں جس جاں سے اجسامِ جہاں وہ جاں ہیں آپ

ذات واجب آپ کی صورت سے پہچانی گئی
یا نبی اللہ! فروغ عالم امکاں ہیں آپ

آپ کا فرمان جاری ہے جہاں تک ہے جہاں
دونوں عالم ملک سلطانی ہیں اور سلطاں ہیں آپ

آپ کی قدرت میں جو کل تھا وہ سب ہے آج بھی
اصل ہستی، ہستیٔ باقی ہے اور برہاں ہیں آپ

آپ وہ دلبر ہیں جس کے نام سے بے خود ہیں دل
آنکھیں جس کو دیکھ کے روشن ہوئیں وہ جاں ہیں آپ

آپ کی ذات مقدس کو یہ سمجھا ہے عزیزؔ
جس سے ظاہر ہو خدا کی شان وہ انساں ہیں آپ

حضرت عزیز اللہ شاہ صفی پوری قدس سرہٗ

عرفانی مجلس

افادات: حضرت داعی اسلام شیخ ابوسعید شاہ احسان اللہ محمدی صفوی/ ترتیب: مجیب الرحمٰن علیمی

روح حُسین اور نفس یزید ہے

۲۸/دسمبر ۲۰۰۹ء/۱۰/محرم الحرام ۱۴۳۱ھ بروز پیر صبح کے وقت حضور داعی اسلام ادام اللہ ظلہ علینا کی خدمت میں حاضری کا موقع میسر آیا۔۱۳/حضرات پہلے سے موجود تھے جن میں ''جامعہ اشرفیہ'' مبارک پور سے تشریف لائے ہوئے کچھ طلبہ بھی تھے۔فقیر کے بعد مولانا اشتیاق عالم مصباحی اور مولانا اشرف الکوثر مصباحی جو آج ہی دہلی سے تشریف لائے تھے حاضر خدمت ہوئے۔امام حسین رضی اللہ عنہ کا ذکر چل رہا تھا، آپ نے فرمایا کہ امام عالی مقام نے جہاد کیا۔یزید ذلیل ہوا۔ہم سب کو بھی چاہیے کہ یزید سے جنگ کرتے رہیں، ہر انسان کے ساتھ یزید موجود ہے۔تھوڑے سے وقفے کے بعد مزید فرمایا کہ روح حسین کی طرح ہے، نفس، یزید کی طرح ہے، نفس پرستی یزیدیت ہے اور اعضا لشکر ہیں جن پر یزید (نفس) کا تسلط ہو چکا ہے، اور وہ اس لشکر کا ناجائز استعمال کرکے اس کو گناہوں میں ملوث کر رہا ہے، جیسا کہ یزید نے کربلا میں اپنے لشکر کا ناجائز استعمال کیا اور اسے امام علی مقام کے خلاف جنگ کرنے پر مجبور کیا۔غضب شمر ہے، خواہش ابن زیاد اور عقل 'حر' ہے، جو حق تسلیم کر چکا اور سمجھ چکا کہ برائی اور معصیت ہلاک کر دے گی مگر کمزور ہے، وہ یزید کے مقبوضہ لشکر آنکھ، کان، زبان، ہاتھ وغیرہ کے حملے سے مجبور ہے، نفس (یزید)، غضب (شمر) اور خواہش (ابن زیاد)، یہ تینوں عقل یعنی 'حر' کو ابھرنے نہیں دیتے۔

ہم سب کو اپنا اپنا جائزہ لینا چاہیے اور عقل کی دعوت قبول کرکے روح کی مدد کرنی چاہیے۔غضب اور خواہش کو کچل کر اعضا کو یزید کے قبضے سے نکالنے، اس کی حفاظت کرنے اور روح کو قوت پہنچانے کی کوشش کرتے رہنا چاہیے، تب تو ہم حقیقی حسینی ہیں ورنہ صرف زبانی حسینی ہیں جو ہمارے لیے مفید نہیں ہے۔اللہ ہم سب کو حقیقت میں حسینی بنائے۔(آمین)

جہانگیر حسن

فلسفۂ شہادت

اللہ تعالیٰ کا بے پایاں فضل واحسان ہے کہ اس نے ہمیں ایک مومن بندے کی شکل میں پیدا فرمایا اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی امت قرار دیا، اگر اس کی شان کریمی شامل حال نہ ہوتی تو نہ جانے ہم مخلوق کی کس قبیل سے ہوتے اور ہمارا شمار نہ جانے کس خانے میں ہوتا۔ لہٰذا جب اللہ تعالیٰ نے ہمیں یہ شرف بخشا اور یہ عزت دی تو ہمارے اوپر بھی لازماً کچھ نہ کچھ ذمے داریاں عائد ہوتی ہیں تاکہ ان کی بجاآوری کر کے ہم حق بندگی کچھ تو ادا کریں اور اللہ تعالیٰ کی رضا سے قریب ہونے کا راستہ تلاش کریں۔

اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں ارشاد فرماتا ہے:

يَا اَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اَطِيعُوا اللّٰهَ وَاَطِيعُوا الرَّسُولَ وَاُولِى الْاَمْرِ مِنْكُمْ. (نسا:۵۹)

ترجمہ: اے ایمان والو! اللہ کی اطاعت کرو، اور اطاعت کرو رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اور اپنے امیر وحاکم کی۔

اس آیت میں اللہ ورسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کے ساتھ امیر وحاکم کی اطاعت کا حکم دیا گیا ہے اس سے اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ اللہ ورسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جس امیر وحاکم کی اطاعت کی جائے گی وہ یقیناً اللہ ورسول صلی اللہ علیہ وسلم کا فرماں بردار ہوگا، شریعت وطریقت کا پیروکار اور محافظ ہوگا اور اللہ ورسول کی رضا کے سامنے دنیا کی تمام چاہتیں اور خواہشات اس کے نزدیک ہیچ ہوں گی۔

اب اگر کوئی امیر وحاکم ایسا ہو کہ اللہ ورسول کی اطاعت وفرماں برداری تو دور کی بات ہے، وہ ہمیشہ فسق وفجور اور خرافات میں مبتلا رہتا ہو تو اس کی اطاعت کیسے کی جائے گی اور کس کی جرأت ہے جو ایسے فاسق وفاجر امیر وحاکم کی اطاعت کو اللہ ورسول کی اطاعت کے مقابلے یا اس کے زمرے میں رکھے۔

اب ایک سوال اٹھتا ہے کہ یہ کیسے معلوم ہو کہ کون امیر وحاکم اللہ ورسول صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقے پر ہے اور کون فاسق وفاجر ہے؟ تو اس کے لیے زیادہ پریشان ہونے کی ضرورت نہیں ہے کیونکہ اس کا جواب قرآن کریم کی اس آیت کریمہ میں موجود ہے، قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

وَمَا آتَاكُمُ الرَّسُولُ فَخُذُوهُ وَمَا نَهَاكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوا. (حشر:۷)

ترجمہ: اور تمھیں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم جو دیں اسے لے لو اور جس چیز سے منع کریں اس سے رک جاؤ۔

اس آیت سے دو باتیں واضح ہوتی ہیں:

۱۔ وہ عمل جسے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کرنے کا حکم دیا ہے، اس پر عمل کیا جائے، اس میں تمام جائز اعمال شامل ہیں۔

۲۔ وہ عمل جس سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے رکنے کا حکم دیا ہے، اس سے پرہیز کیا جائے، اس میں تمام ناجائز وحرام اعمال داخل ہیں۔

چنانچہ اب جو امیر وحاکم اول الذکر حکم پر عمل کرے گا وہ بلا شبہ اللہ ورسول صلی اللہ علیہ وسلم کی راہ اور طریقے پر چلنے والا اطاعت وفرماں بردار ہوگا، ایسے امیر وحاکم کی اطاعت کی جائے گی اور شرعی اعتبار سے وہ ''اولوالامر'' میں شمار ہوگا۔

لیکن جو امیر وحاکم ثانی الذکر ممنوع عمل کو اپنائے گا وہ یقیناً اللہ ورسول صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کی خلاف ورزی کرنے والا فاسق وفاجر کہلائے گا اور ایسے ہی امیر وحاکم کی اطاعت ممنوع ہے، کیونکہ ہوائے نفس کی پیروی کے سبب اللہ نے اس کو اپنے ذکر سے غافل کر دیا ہے اور جس کو اللہ اپنے ذکر سے غافل کر دے اس کی اطاعت کیوں کر کی جائے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَلَا تُطِعْ مَنْ أَغْفَلْنَا قَلْبَهُ عَنْ ذِكْرِنَا وَاتَّبَعَ هَوَاهُ وَكَانَ أَمْرُهُ فُرُطًا. (کہف:۲۸)

ترجمہ: اور اس کا کہنا نہ مان جس کے دل کو ہم نے اپنے ذکر سے غافل کر دیا ہے اور جو اپنی خواہش کے پیچھے پڑا ہوا ہے اور جس کا کام حد سے گزر چکا ہے۔

اس پس منظر میں یزید کی امارت وحکومت کو دیکھیں تو یہ حقیقت بالکل واضح ہو جائے گی کہ امام حسین رضی اللہ عنہ نے کیوں یزید کی بیعت اور اطاعت کرنے سے انکار کر دیا اور شرعی طور پر اسے امیر وحاکم کیوں تسلیم نہیں کیا؟ اس کی اصل وجہ یہی تھی کہ یزید ایک فاسق وفاجر انسان تھا۔ یزید کافر ہے یا نہیں اس میں علما کا اختلاف ہے، لیکن اس کے فاسق وفاجر ہونے میں کسی کو اختلاف نہیں، بلکہ اس پر جمہور علما کا اتفاق ہے۔

چنانچہ امام حسین رضی اللہ عنہ نے نہ صرف بھائی، بھتیجے، بھانجے اور بیٹے کی شہادت پر صبر وضبط سے کام لیا بلکہ خود بھی جام شہادت پینا گوارہ تو کر لیا لیکن یہ پسند نہ کیا کہ ایک فاسق وفاجر کو اپنا امیر وحاکم تسلیم کریں، اور قیامت تک مسلمانوں کو یہ سبق دے گئے کہ ایک سچے اور پکے مسلمان کے لیے جان دینا تو آسان ہے لیکن کسی فاسق وفاجر کی اطاعت قبول نہیں۔

اگر امام حسین رضی اللہ عنہ یزید کی بیعت قبول کر لیتے تو یہ ایک طرح سے اللہ ورسول صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کی خلاف ورزی ہوتی اور اس صورت میں: وَمَا آتَاكُمُ الرَّسُولُ فَخُذُوهُ وَمَا نَهَاكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوا پر عمل نہیں ہو پاتا جس کا حکم تمام مسلم

بندوں کو دیا گیا ہے۔

گویا امام حسین رضی اللہ عنہ نے اپنے کردار و عمل سے یہ ثابت کر دیا کہ اللہ کے سوا کسی کی اطاعت اور حکومت نہیں، نیز یہ حقیقت بھی واضح کر دیا کہ: لاَ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ ہی دین کی اصل بنیاد ہے۔

اسی کو سلطان الہند خواجہ معین الدین چشتی قدس سرہٗ یوں بیان فرماتے ہیں:

شاہ است حسین پادشاہ است حسین
دیں است حسین دیں پناہ است حسین

سر داد نہ داد دست در دست یزید
حقا کہ بنائے لاالہ است حسین

حسینی نسبت یہی ہے کہ تمام معبودان باطلہ اور فُسّاق وفجار کی امارت وحاکمیت کو رد کرکے صرف ایک اللہ کی حاکمیت کو نافذ کر دیا جائے۔

داعی اسلام شیخ ابوسعید شاہ احسان اللہ محمدی مدظلہ العالی فرماتے ہیں کہ دور حاضر میں بھی امام حسین کے اس پیغام کو یاد رکھنے کی ضرورت ہے کہ مسلمان کسی کو اپنا امام ورہنما اور امیر وحاکم بنانے سے پہلے سوچے کہ اس کا امیر وحاکم، فرائض اور واجبات کی ادائیگی میں کس حد تک شریعت کا پابند ہے، اور جس کو وہ اپنا امیر وحاکم بنا رہا ہے کہیں وہ فاسق وفاجر تو نہیں۔

خود پرستی میں سدا رہتا ہے چور
دشمن حق صاحب فسق و فجور

یاد رکھ اس بات کو اے مدعی!
فاسق و فاجر نہیں ہوتا ولی

لیکن آج ہماری صورت حال یہ ہے کہ نمازیں ترک ہو رہی ہیں، فسق وفجور میں مبتلا ہیں، نہ زباں پر ذکر الٰہی ہے نہ دل میں اللہ کا خوف، محبت رسول کے دعوے دار تو ہیں مگر ہمارا کوئی عمل محمدی نہیں۔

غور کریں! کیا ہم اب بھی واقعی حسینی ہیں؟ کہیں ایسا تو نہیں کہ ہم دن رات فسق وفجور میں مبتلا ہونے کی وجہ سے یزیدی ہوتے جا رہے ہیں اور ہمیں اس کا شعور بھی نہیں۔

☆☆☆

قرآن ہر فرد بشر کو دعوت فکر دیتا ہے

آغاز قرآن

قرآن کریم اس مقدس آیت سے شروع ہوتا ہے:

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ.

اللہ کے نام سے شروع جو نہایت مہربان رحم والا ہے۔

اس آغاز میں ایک پیغام یہ ہے کہ انسانوں کو معلوم ہو جائے کہ ان کے خالق و مالک کو یہ بات پسند ہے کہ وہ اپنا ہر کام اس کے نام سے شروع کریں۔

ظاہر ہے کہ جس ذات برحق نے انسان کو وجود بخشا، اگر انسان اپنا کام شروع کرنے سے پہلے اس کا نام نہ لے تو اس سے بڑی ناشکری اور کیا ہو سکتی ہے!

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کے اندر اللہ کے تین نام مذکور ہیں:

۱۔ اللہ ۲۔ رحمٰن ۳۔ رحیم

مفسرین قرآن نے ان تینوں اسما کے محاسن کی تفصیلات اور اس مقام پر ان کے ذکر کے اسباب کے حوالے سے بہت ساری باتیں اور حکمتیں لکھی ہیں۔ مشہور ترین مفسر قرآن امام فخر الدین رازی (۶۰۴ھ) نے ''تفسیر کبیر'' میں ۶۰ رصفحات پر ''بسم اللہ'' کے اسرار و رموز لکھے ہیں۔

مذکورہ تین ناموں میں لفظ ''اللہ'' خالق کائنات کے لیے ''اسم علم''، یعنی اسم ذات کا درجہ رکھتا ہے، جب کہ ''رحمٰن'' اور ''رحیم'' اسمائے صفات ہیں۔ پھر ان دونوں میں ''رحمٰن'' ایسا لفظ ہے کہ اللہ کی ذات کے سوا کسی اور کے لیے اس کا استعمال جائز نہیں ہے جب کہ ''رحیم'' کا استعمال ذات حق کے سوا دوسرے کے لیے بھی جائز ہے، مثلاً سورۂ توبہ، آیت: ۱۲۸ میں پیغمبر اسلام جناب محمد رسول اللہ کو ''رحیم'' کہا گیا ہے۔

اللہ کے نام سے شروع کرنے کے ساتھ یہاں پر اس کی دو صفاتِ رحمت ''رحمٰن'' اور ''رحیم'' کا ذکر ہے۔ غالباً اس سے یہ بتانا مقصود ہو کہ اللہ کی ذات اگرچہ قہار و جبار بھی ہے لیکن اس پر رحمت و لطف کا وصف غالب ہے۔ یہ وہی بات ہے جس کو ایک حدیث قدسی میں اللہ تعالیٰ نے اس طور پر فرمایا:

سَبَقَتْ رَحْمَتِي غَضَبِي. (صحیح بخاری، التوحید)

ترجمہ: میرے غضب پر میری رحمت سبقت رکھتی ہے۔

اللہ کے نام سے شروع کرنے کے ساتھ صفات رحمت کے ذکر میں غالباً ایک حکمت یہ بھی ہو کہ اللہ تعالیٰ انسانوں میں امید جگانا چاہتا ہے۔ اس بات کو اللہ تعالیٰ نے واضح انداز میں اس طرح بیان کیا ہے:

لَا تَقْنَطُوا مِن رَّحْمَةِ اللّٰهِ. (زمر:۵۳)

ترجمہ: اللہ کی رحمت سے مایوس مت ہو۔

پورے قرآن کا مطالعہ کر لیجیے، اس میں کہیں بھی مایوسی یا حرمان کی بات نہیں ملے گی۔ قرآن مثبت سوچ (Positive Thinking) کی تعلیم دیتا ہے۔ آغاز قرآن کے ساتھ مثبت فکر کی دعوت اولاً انسانوں کو زندگی میں مایوسی کے زہر سے بچانے کے لیے ہے، دوسرے اس میں یہ حکمت بھی ہے کہ منکرین، شک میں ڈوبے ہوئے افراد، شرک میں مبتلا لوگ، کج فکری اور بدعملی و بے عملی میں ملوث انسان جب قرآن کا مطالعہ

شروع کریں تو آغاز کے ساتھ ہی انھیں اللہ کی رحمت کا علم ہواوران کے اندر اصلاح کی امید اور صلاح کا جذبہ پیدا ہو، انھیں یہ بات معلوم ہو کہ ان کے لیے توبہ اور رحمت کا دروازہ کھلا ہوا ہے، وہ اگر چاہیں تو قرآن کا مزید مطالعہ کرکے اپنی زندگی کو صحیح رخ پر ڈال سکتے ہیں، وہ جس وقت بھی اللہ کی طرف متوجہ ہوں گے، اللہ کی رحمت ان کے استقبال کے لیے موجود ہوگی۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کے اندر اللہ تعالیٰ کے لیے رحمت کی دو صفات مذکور ہیں: رحمٰن اور رحیم۔

مفسرین کرام نے لکھا ہے کہ ''رحمٰن'' میں ''رحیم'' کے بالمقابل زیادہ مبالغہ ہے، یا یہ کہ ''رحمٰن'' کی رحمت ''رحیم'' کے بالمقابل زیادہ عام ہے۔ ''رحمٰن'' کی رحمت مومن وکافر سب کے لیے ہے جب کہ ''رحیم'' کی نسبت خاص مومنین کے لیے ہے، یا یہ کہیں کہ ''رحمٰن'' کی رحمت میں دنیا وآخرت دونوں کی رحمتیں شامل ہیں اور ''رحیم'' کی رحمت میں صرف آخرت کی رحمتیں شامل ہیں، اور ظاہر کہ اللہ کی رحمتیں جو دنیا میں ہیں ان سے بلاتفریق ہر انسان فائدہ اٹھا رہا ہے جب کہ آخرت کی رحمت صرف مومنین کے لیے خاص ہوگی۔

آغاز قرآن کے ساتھ صفات رحمت کے دو الفاظ کا ذکر دراصل ان انسانوں کے لیے دعوت فکر واصلاح ہے جو اب تک اپنے خالق ومالک کے وجود کا اعتراف نہیں کرسکے ہیں، یا اعتراف تو کیا ہے لیکن اپنے خالق کے تمام اصولوں کو تسلیم نہیں کیا ہے یا تسلیم تو کرلیا ہے لیکن عملی طور پر انھیں برتنے میں اب تک کامیاب نہیں ہوسکے ہیں۔ قرآن نے رحمت الٰہی کی دو صفتیں ذکر کرکے انسانوں کو یہ ذہن دیا ہے کہ اللہ کی دو رحمتیں ہیں، ایک رحمت خاص ہے جو اس کے خاص بندوں کے لیے ہے جب کہ دوسری رحمت عام ہے جو اس کے نافرمان بندوں کے لیے بھی ہے، جب نافرمان انسانوں کو یہ بات معلوم ہو کہ نافرمانی کے باوجود ہمیں اللہ کی رحمت کا حصہ مل رہا ہے تو ایسی صورت میں فطری اور لازمی طور پر ان کے اندر شکر اور اعتراف کا جذبہ پیدا ہونا چاہیے۔

رحمت الٰہی کی یہ دو صفتیں ہر انسان کو ترقی درجات کی دعوت دیتی ہیں۔ جو بندے ابھی صرف رحمت تخلیق کا حصہ پا رہے ہیں قرآن انھیں رحمت ایمان کا حصہ دینے کے لیے دعوت دے رہا ہے، اسی طرح جو بندے رحمت ایمان کا حصہ پا رہے ہیں انھیں رحمت اعمال حسنہ کا حصہ حاصل کرنے کے لیے، جو اس مقام پر ہیں انھیں معرفت وعرفان کی رحمت حاصل کرنے اور جو اس مقام پر ہیں انھیں مشاہدات کی رحمت کا حصہ لینے کے لیے قرآن مسلسل آواز لگا رہا ہے۔ رحمانیت چونکہ عام بندوں کے لیے ہے اور رحیمیت خاص بندوں کے لیے ہے، اور اللہ کے تقرب کے درجات لامتناہی حد تک آگے بڑھتے رہتے ہیں، اس لیے صفت رحیمیت کے خاص حصوں کا کوئی حد نہیں، بندہ جس مقام پر بھی ہوا سے مسلسل قرب کے درجات کی طرف بڑھتے رہنا چاہیے اور اللہ کی رحمت خاص کا مزید سوالی بنا رہنا چاہیے، اللہ کی خاص رحمتیں ختم ہونے کو نہیں۔ اس لیے مقربین کو کسی مقام پر ٹھہرنا نہیں چاہیے، انھیں قرب خاص کے درجات کا مزید سوال کرتے رہنا چاہیے، قرآن نے اپنے آغاز کے ساتھ صفت عامہ رحمانیت اور صفت خاصہ رحیمیت کا ذکر کرکے یہی ذہن دیا ہے۔ قرآن کی دعوت ہدایت ہر فرد بشر کو عام ہے۔

(باقی آئندہ)

محبت اہل بیت

ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ایک دن گھر سے باہر تشریف لائے، اس وقت آپ کے بدن مبارک پر ایک بالوں والی چادر تھی جس پر اونٹ کے کجاوے کی چھاپ تھی، اتنے میں حسن آ گئے آپ نے ان کو اپنی چادر میں لے لیا پھر حسین آئے آپ نے ان کو بھی حسن کے ساتھ چادر میں لے لیا، پھر حضرت فاطمہ آئیں آپ نے ان کو بھی چادر کے اندر لے لیا اور پھر حضرت علی آئے آپ نے ان کو بھی چادر میں لے لیا پھر یہ آیت پڑھی:

إِنَّمَا يُرِيدُ اللّٰهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ أَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيرًا. (صحیح مسلم)

ترجمہ: اے اہل بیت! اللہ سبحانہ وتعالیٰ تم سے ہر آلودگی کو ختم کرنا اور تمھیں مکمل پاک کرنا چاہتا ہے۔

حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

مَنْ كُنْتُ مَوْلَاهُ فَعَلِيٌّ مَوْلَاهُ. (ترمذی، مناقب علی)

ترجمہ: میں جس کا دوست ہوں علی بھی اس کے دوست ہیں۔

حضرت سعد بن وقاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم سے مخاطب ہو کر فرمایا:

أَنْتَ مِنِّيْ بِمَنْزِلَةِ هَارُوْنَ مِنْ مُوسٰى إِلَّا أَنَّهُ لَيْسَ مَعِيْ أَوْ بَعْدِيْ نَبِيٌّ. (سنن نسائی، فضائل علی)

ترجمہ: تم میرے لیے ایسے ہی ہو جیسے موسیٰ کے لیے ہارون تھے، فرق صرف اتنا ہے کہ میرے بعد کوئی نبی نہ ہو سکا۔

حضرت مسور بن مخرمہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

فَاطِمَةُ بَضْعَةٌ مِّنِّيْ مَنْ اَغْضَبَهَا اَغْضَبَنِيْ.

(سنن بیہقی، مناقب فاطمہ)

فاطمہ میرے جسم کا حصہ ہے جس نے فاطمہ کو ناراض کیا گویا اس نے مجھے ناراض کیا۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں ایک دن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نکلا، جب آپ حضرت فاطمہ کے گھر پہنچے تو پوچھا حسن کہاں ہے؟ اور یہ تین بار فرمایا، ابھی آپ نے چند ہی لمحے گزارے تھے کہ حسن دوڑتے ہوئے آئے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے لپٹ گئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اَللّٰهُمَّ إِنِّي أُحِبُّهُ فَأَحِبْهُ وَأَحِبَّ مَنْ يُحِبُّهُ. (صحیح بخاری)

ترجمہ: اے اللہ! میں اس سے محبت رکھتا ہوں تو بھی اس سے محبت رکھ اور اس شخص سے بھی محبت رکھ جو اس سے محبت رکھے۔

حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں ایک رات کسی ضرورت سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ گھر سے اس حال میں نکلے کہ کسی چیز کو اپنے ساتھ لپیٹے ہوئے تھے اور مجھے علم نہیں تھا کہ وہ کیا چیز ہے، جب میں اپنی ضرورت عرض کر چکا تو پوچھا: یہ کیا چیز لپیٹ رکھی ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس

چیز کو کھول دیا تو کیا دیکھتا ہوں کہ وہ حسن اور حسین ہیں۔

پھر آپ نے فرمایا: هَـٰذَانِ ابْنَايَ وَابْنَا ابْنَتِي، اللّٰهُمَّ إِنِّي أُحِبُّهُمَا فَأَحِبَّهُمَا وَأَحِبَّ مَنْ يُحِبُّهُمَا.

(ترمذی، مناقب حسن وحسین)

یہ دونوں حکماً میرے بیٹے ہیں اور حقیقتاً فاطمہ کے بیٹے ہیں، اے اللہ! میں ان دونوں کو محبوب رکھتا ہوں تو بھی ان کو محبوب رکھ اور ہر اس شخص کو محبوب رکھ جو ان دونوں کو محبوب رکھیں۔

حضرت یعلی بن مرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

حُسَيْنٌ مِنِّي وَأَنَا مِنْ حُسَيْنٍ، أَحَبَّ اللّٰهُ مَنْ أَحَبَّ حُسَيْنًا، حُسَيْنٌ سِبْطٌ مِنَ الْأَسْبَاطِ. (ابن ماجہ، فضل حسین)

ترجمہ: حسین مجھ سے میں حسین سے ہوں اور جس شخص نے حسین سے محبت رکھی اس نے اللہ سے محبت رکھی، حسین اسباط میں سے ایک سبط ہے۔

حضرت عبدالمطلب بن ربیعہ کا بیان ہے کہ ایک دن میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بیٹھا ہوا تھا کہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ غصہ میں بھرے ہوئے آئے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا کیا بات ہے کہ اتنے غصے میں ہو؟ حضرت عباس بولے کہ یارسول اللہ! ہمارے اور قریش کے درمیان کیا ہے کہ جب وہ آپس میں ملتے ہیں تو کشادہ روئی سے ملتے ہیں اور جب ہمارے ساتھ ملتے ہیں تو اس طرح نہیں ملتے۔

یہ سن کر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم غضبناک ہوگئے، یہاں تک کہ غصے کے سبب آپ کا چہرہ مبارک سرخ ہوگیا اسی عالم میں آپ نے فرمایا:

وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ لاَ يَدْخُلُ قَلْبَ رَجُلٍ الْإِيمَانُ حَتّٰى يُحِبَّكُمْ لِلّٰهِ وَلِرَسُولِهِ، ثُمَّ قَالَ: يَا أَيُّهَا النَّاسُ مَنْ آذَى عَمِّي فَقَدْ آذَانِي فَإِنَّمَا عَمُّ الرَّجُلِ صِنْوُ أَبِيهِ. (ترمذی، مناقب عباس)

ترجمہ: اس ذات کی قسم جس کے قبضے میں میری جان ہے اس شخص کے دل میں ایمان داخل نہیں ہوگا جو اللہ و رسول کی رضا اور خوشنودی حاصل کرنے کے لیے تم (اہل بیت) کو دوست نہیں رکھے گا، پھر فرمایا جان لو جس نے میرے چچا کو ستایا اس نے مجھ کو ستایا کیونکہ چچا باپ کی مانند ہوتا ہے۔

حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

إِنِّي تَارِكٌ فِيكُمْ مَا إِنْ تَمَسَّكْتُمْ بِهِ لَنْ تَضِلُّوا بَعْدِي أَحَدُهُمَا أَعْظَمُ مِنَ الْآخَرِ: كِتَابُ اللّٰهِ حَبْلٌ مَمْدُودٌ مِنَ السَّمَاءِ إِلَى الْأَرْضِ. وَعِتْرَتِي أَهْلُ بَيْتِي، وَلَنْ يَتَفَرَّقَا حَتّٰى يَرِدَا عَلَيَّ الْحَوْضَ فَانْظُرُوا كَيْفَ تَخْلُفُونِي فِيهِمَا. (ترمذی، مناقب اہل بیت)

ترجمہ: میں تمہارے درمیان دو چیزیں چھوڑے جا رہا ہوں جب تک تم ان کو پکڑے رہو گے کبھی گمراہ نہ ہوگے۔ ان میں ایک عظیم تر ہے وہ قرآن کریم اور اللہ تعالیٰ کی رسی ہے جو آسمان کی طرف پھیلی ہوئی ہے اور دوسری میری اولاد میرے گھر والے ہیں، یہ لوگ الگ الگ نہ ہوں گے یہاں تک کہ حوض کوثر پر مجھ سے ملیں گے۔ اس لیے تم لوگ غور وفکر کرلو کہ میرے بعد ان کے ساتھ تم کیا معاملہ کرتے ہو اور ان سے کیسے پیش آتے ہو۔

☆☆☆

مولانا محمد یعقوب علی خاں
امام وخطیب مسجد خلیل اللہ

ماہ محرم اور عاشورا کے روزے

اللہ تعالیٰ نے جن مہینوں کو فضیلت وشرف بخشا ہے ان میں ماہ محرم کا بھی شمار ہوتا ہے، حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

أَفْضَلُ الصِّيَامِ، بَعْدَ رَمَضَانَ، شَهْرُ اللّٰهِ الْمُحَرَّمُ.

(صحیح مسلم، فضل صوم محرم)

ترجمہ: ماہ رمضان کے بعد ماہ محرم کا روزہ زیادہ فضیلت اور عظمت والا ہے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

وَمَنْ صَامَ يَوْمًا مِنَ الْمُحَرَّمِ فَلَهُ بِكُلِّ يَوْمٍ ثَلاثُونَ يَوْمًا. (معجم طبرانی، ج:۲، ص:۱۶۵)

ترجمہ: جو شخص محرم میں کسی دن روزہ رکھے اس کو ہر دن کے بدلے تیس دن کا ثواب ملتا ہے۔

حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خود یوم عاشورہ کا روزہ رکھا اور دوسروں کو بھی روزہ رکھنے کا حکم دیا، صحابہ نے عرض کیا:

یارسول اللہ! عاشورہ ایک ایسا دن ہے جس کی تعظیم یہودو نصاریٰ بھی کرتے ہیں، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اللہ نے چاہا تو ہم آئندہ سال نویں محرم کا بھی روزہ رکھیں گے۔ راوی کہتے ہیں کہ محرم آنے سے پہلے ہی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ہو گیا۔ (صحیح مسلم، باب صیام عاشورہ)

چنانچہ عاشورہ کا ایک روزہ رکھنا جائز تو ہے لیکن افضل یہ ہے کہ ایک دن پہلے اور ایک دن بعد بھی روزہ رکھا جائے۔

حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:

صُومُوْا التَّاسِعَ وَالعَاشِرَ وَخَالِفُوْا اليَهُوْدَ.

(سنن ترمذی، باب عاشورا)

ترجمہ: یہود کے برخلاف نویں اور دسویں محرم کا روزہ رکھو۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

وَصَوْمُ يَوْمِ عَاشُورَاءَ إِنِّي أَحْتَسِبُ عَلَى اللّٰهِ أَنْ يُكَفِّرَ السَّنَةَ الَّتِي قَبْلَهُ. (سنن ابوداؤد، صوم الدہر)

ترجمہ: مجھے اللہ تعالیٰ کی ذات سے امید ہے کہ عاشورہ کے روزے کو گزشتہ سال کے گناہوں کا کفارہ بنادے۔

ان تمام احادیث سے ماہ محرم کی فضیلت اور اس عاشورا کے روزے کی اہمیت واضح ہوتی ہے۔

اس لیے ہمیں بھی چاہیے کہ ماہ محرم کا احترام کریں، یوم عاشورہ کے روزے رکھیں، قرآن کریم کی تلاوت کریں، تاکہ اللہ ورسول صلی اللہ علیہ وسلم کے احکام پر عمل ہو، اور خود کو دنیاوی فسق وفجور سے بچاتے ہوئے، امام حسین رضی اللہ عنہ کے اس مشن کو زندہ رکھیں جو انھوں نے فسق وفجور کے خلاف ایک جہاد کی شکل میں کیا تھا۔

☆☆☆

مرید کے لیے شیخ کی ضرورت

جامع شریعت وطریقت حضرت مخدوم شیخ سعد خیرآبادی قدس سرہٗ (متوفی:۹۲۲ھ) نویں صدی ہجری کے عظیم صوفی اور اعلیٰ صفت درویش گزرے ہیں۔ انھوں نے ساتویں صدی ہجری کے مشہور ومعروف رسالہ "**الرسالة المكية**" کی عالمانہ اورعارفانہ شرح لکھی اوراس کا نام "**مجمع السلوک**" رکھا جوکل بھی شریعت وطریقت کا عطر مجموعہ اور سالکین وطالبین کے لیے دستورالعمل تھا اور آج بھی تصوف کا ایک انمول خزانہ ہے۔ اس کا سلیس اور بامحاورہ ترجمہ حضرت مولانا ضیاء الرحمٰن علیمی صاحب کررہے ہیں، اسی سے چند منتخب اقتباسات پیش ہیں جو شیخ ومرید سے تعلق رکھتے ہیں۔ **ادارہ**

پیر دستگیر قطب عالم مخدوم شاہ میناؔ لکھنوی قدس سرہٗ فرماتے تھے کہ پیر کا دل روشن آئینے کی طرح ہے جہاں اللہ رب العزت کا فیض جاری ہوتا ہے، وہ تجلیات ذاتی، صفاتی، اسمائی اور افعالی سے متجلی ہوتا ہے اور شیخ ہر لمحہ غیبی لطائف سے آراستہ ہوتا رہتا ہے۔

جب کوئی سچا مرید مکمل ارادت کے ساتھ اپنے دل کو شیخ کی طرف متوجہ کرتا ہے تو شیخ کا دل مرید کے دل پر اپنی تجلی ڈالتا ہے اور تمام کمالات بغیر کسی کسب اور محنت ومشقت کے اس مرید کے دل میں اتر جاتے ہیں۔ جس کا دل دوئی کی کدورت سے پاک ہو، قلب زنگ سے صاف ہو تو سب ایک لمحے میں مرید کی طاقت واستعداد کے مطابق حاصل ہوجاتے ہیں جو کہ عمر بھر کی ریاضت اور مجاہدے سے حاصل نہیں ہوپاتے۔

اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جو کچھ بھی اللہ تعالیٰ نے میرے سینے میں اتارا، میں نے اس کو ابوبکر (رضی اللہ عنہ) کے سینے میں اتار دیا۔ (عوارف المعارف)

چنانچہ جس کے دل میں ارادت کا بیج پڑ جائے تو وہ اپنے عمل اور اپنی رائے اور اپنی دانائی اور عقلمندی پر مغرور نہ ہو بلکہ اس کو چاہیے کہ وہ کسی شیخ اور عارف کامل جو مریدوں کی تربیت کرتا ہو، اس کی تلاش کے لیے اٹھ کھڑا ہو۔

یعنی وہ شیخ ایسا ہو جو یہ راہ طے کر چکا ہو، اس راہ کے نشیب وفراز سے واقف ہو، تمام مقامات واحوال میں کامل اور جامع ہو، اپنے دین اور امانت کی ادائیگی میں امین ومامون ہو، مریدوں کی تربیت کرنا جانتا ہو، اور ایک مقام سے دوسرے مقام تک پہنچا سکتا ہو، اگرچہ ایسا شیخ مشرق یا مغرب میں ہو۔ لیکن پھر بھی اس شیخ اور اس کی تلاش کے بغیر کوئی چارہ نہیں ہے، کیونکہ شیخ اپنی قوم میں ایسے ہی ہے جیسے نبی اپنی امت میں اور جس کا کوئی شیخ نہیں اس کا کوئی دین نہیں اور جس کا کوئی شیخ نہیں اس کا شیخ شیطان ہے:

خواجگی بے پیر بودن کارِ ناداناں بُود
ہر کہ را پیرے نہ باشد پیر او شیطاں بُود

ترجمہ: خواجگی! بغیر پیر کے رہنا نادانوں کا کام ہے، جس کا کوئی پیر نہ ہو اس کا پیر شیطان ہوتا ہے۔

خواجہ ابوعلی دقاق رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ جو درخت خود سے اگتا ہے اس میں پتے تو ہوتے ہیں لیکن وہ پھل نہیں دیتا اور اگر اس درخت میں پھل آ بھی گیا تو وہ بے مزہ ہوگا، چنانچہ وہ مرید جس کا کوئی پیر اور استاذ نہ ہو، وہ نفس پرست ہے اور نفس پرست، حق پرست نہیں ہوسکتا، اس سے کچھ نہیں ہوسکتا اور وہ کسی حال اور مقام کے لائق نہیں ہے۔

جب مرید کو کامل شیخ مل جائے تو اس کی خدمت کو مضبوطی سے اختیار کرلے، کیونکہ جب تک اس کی خدمت اور اس کا طریقہ اختیار نہ کرلے اس وقت تک محض صحبت سے کوئی فائدہ حاصل نہیں ہوگا اور اپنے آپ کو اس شیخ کے سپرد کردے، یہاں تک کہ اس کا اپنا کوئی اختیار، اس کی کوئی حرکت اور اس کا کوئی اعتراض نہ رہ جائے اور نفسانی اختیارات سے نکل کر اس طرح ہوجائے جس طرح مردہ غسل دینے والے کے سامنے ہوتا ہے۔

حقیقت تو یہ ہے کہ مرید جب تک اپنے وجود سے باہر نہیں آئے گا، اپنے سر اور اپنی جان وتن سے دست بردار نہیں ہوگا اور جو بھی بندھن ہوں اس کو توڑے گا نہیں تب تک وہ میدان تصوف کا مرد نہیں کہلائے گا۔

بزرگوں نے فرمایا ہے کہ شیخ کے حقوق نبی کے حقوق کی طرح ہیں اور ماں باپ کے حقوق سے بڑھ کر ہیں۔

جب مرید اس طرح ہوجاتا ہے کہ اس کا اپنا کوئی اختیار اور اس کی کوئی حرکت اور اس کا کوئی اعتراض نہیں رہ جاتا تو وہ شیخ کا جزو بن جاتا ہے اور اس سے مراد ولادت معنوی ہوتی ہے جس طرح سے ولادت طبعی کہ صورت میں فرزند ماں باپ کا جزو ہوجاتا ہے، ماں باپ کی ولادت کو ولادت اول/اصغر کہتے ہیں اور شیخ کی ولادت کو ولادت ثانی/اکبر کہتے ہیں۔

جب مرید ولادت معنوی تک پہنچ جاتا ہے تو وہ نبی کی وراثت کا مستحق ہوجاتا ہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

علما، انبیا کے وارث ہیں، انبیا نے دینار و درہم وراثت میں نہیں چھوڑا، انھوں نے علم وراثت میں چھوڑا ہے، چنانچہ جس کو اس میں حصہ مل گیا اس کو وافر حصہ مل گیا۔

دیکھتے نہیں کہ مرید کو پہلے ولادت اول/اصغر کے بعد عالم ملک سے ربط وتعلق تھا اور اس ولادت ثانی/اکبر کے ذریعے اس کا رابطہ عالم ملکوت سے ہوجاتا ہے۔

حضرت عیسی علیہ الصلوۃ والسلام سے منقول ہے کہ:

وہ آسمان کے ملکوت میں ہرگز داخل نہیں ہوگا جو دوبار پیدا نہیں ہوا، اس کا یہی معنی ہے۔

چنانچہ پیروں کی ارادت اور ان کی بیعت ولادت ثانیہ ہے یہ اس شخص کے لیے ہے جس کو پیر مل جائے۔

اے بھائی! اگرچہ اللہ کی قدرت سے یہ ممکن ہے کہ بغیر باپ کے لڑکا پیدا ہوجائے جس طرح کہ حضرت عیسی علیہ السلام پیدا ہوئے، البتہ! حکمت میں یہ بات ناممکن ہے، اسی طرح مرید ومراد اور ازدواج کے بغیر اگرچہ مولوی معنوی بننا اللہ کی قدرت سے ممکن ہے، جس طرح بعض مجاذیب ہوئے، لیکن حکمت میں یہ بات بھی دشوار ہے، اس کے علاوہ بغیر باپ کی ولادت کی صورت میں یہ نقصان ہوا کہ بعض نصاریٰ اس کی وجہ سے گمراہ ہوگئے، وہ لاہوت وناسوت، باپ اور ابن اللہ کے گرداب میں پھنس گئے، یوں ہی اگر کوئی مجذوب کسی شیخ کامل ومکمل کے ارشاد کے بغیر صاحب کشف ہوجائے تو اس راہ سے آنے والی ممکنہ آفتوں سے دوسرے محفوظ ومامون نہیں ہوں گے۔

☆☆☆

بندگی اور دوستی

شیخ ابوسعید فضل اللہ بن ابی الخیر محمد بن احمد میہنی علیہ الرحمۃ والرضوان پانچویں صدی ہجری کے مشہور بزرگ اور نظریۂ وحدۃ الوجود کے مبلغین میں سے ایک اہم ہستی ہیں۔ ان کی پیدائش ''خراسان'' کے ''میہنہ'' گاؤں میں ۳۵۷ ہجری کو ہوئی اور ۴۴۰ ہجری میں اسی جگہ وفات پائی۔ ''**اسرار التوحید فی مقامات ابی سعید**'' ان کی شخصیت اور ارشادات پر مشتمل ہے جو شیخ محمد بن منور نے ترتیب دی ہے۔ یہ کتاب دنیائے تصوف کی مستند کتابوں میں سے ایک ہے۔ اس کا ترجمہ بنام ''**اذکار السعید**'' **مولانا رکن الدین سعیدی** نے کیا ہے جسے عام افادیت کے لیے پیش کیا جارہا ہے۔ ادارہ

شیخ نے کہا کہ ایک روز شیخ ابوالقاسم بشر یاسمین نے ہم سے فرمایا: اے ابوسعید! اپنی طاقت اور قوت کے مطابق کوشش کرو، تا کہ معاملات عمل سے طمع اور لالچ کو نکال سکو، کیونکہ لالچ اور غرض کے ساتھ اخلاص اکٹھا نہیں ہوسکتا، کسی غرض سے عمل کرنا مزدوری ہے اور اخلاص یعنی بے غرض ہو کر عمل کرنا بندگی ہے۔

پھر فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے کہ اللہ تعالیٰ نے معراج کی رات مجھ سے فرمایا:

یَامُحَمَّدُ! مَایَتَقَرَّبُ الْمُتَقَرَّبُوْنَ اِلَیَّ بِمَثْلِ اَدَاءِ مَاافْتَرَضْتُ عَلَیْهِمْ وَلَایَزَالُ یَتَقَرَّبُ اِلَیَّ الْعَبْدُ بِالنَّوَافِلِ حَتّٰی اُحِبُّهٗ.

فَاِذَا اَحْبَبْتُهٗ كُنْتُ لَهٗ سَمْعًا وَبَصَرًا وَيَدًا وَمُؤَيِّدًا فَبِیْ یَسْمَعُ وَبِیْ یَبْصُرُ وَبِیْ یَاخُذُ.

ترجمہ: اے محمد! جو کچھ میں نے فرض کیا ہے صرف اسی کو ادا کر کے میری قربت کے خواہاں لوگ مجھ سے قریب نہیں ہو سکتے۔ البتہ! بندہ نوافل کے ذریعے مسلسل میرا مقرب و عزیز بنتا جاتا ہے، یہاں تک کہ میں اس کو اپنا محبوب بنالیتا ہوں۔ جب میں اس کو اپنا محبوب بنالیتا ہوں تو میں اس کا کان، آنکھ، ہاتھ اور مددگار بن جاتا ہوں، پھر وہ میرے ذریعے سنتا ہے اور میرے ذریعے ہی دیکھتا ہے اور میرے ذریعے ہی پکڑتا ہے۔

ساتھ ہی یہ فرمایا کہ فرائض ادا کرنا بندگی ہے اور نوافل بجالانا دوستی ہے، اور فوراً یہ قطعہ ارشاد فرمایا:

کمال دوست چہ آمد ز دوست بے طمع
چہ قیمت آورد آں چیز کش بہا باشد
عطا دہندہ ترا بہتر از عطا بہ یقین
عطا چہ باشد چوں عین کیمیا باشد

ترجمہ: دوستی کا کمال یہ ہے کہ دوست کی طرف سے جو کچھ بھی پیش ہو، اس میں کوئی غرض شامل نہ ہو۔ کوئی چیز پیش کر کے اپنا فائدہ کیا سوچا جائے کہ اس کی کیا قیمت ہے؟

یقین کر، تجھے عطا کرنے والا اس عطا کردہ چیز سے کہیں بہتر اور برتر ہے، عطا کی ہوئی چیز کی کیا حیثیت؟ جب کہ عین کیمیا ہی مل جائے یعنی کیمیا گر ہی میسر آجائے۔

ہمارے شیخ قدس اللہ روحہ العزیز بیان کرتے ہیں:

میں ایک دن ابوالقاسم بشر یاسین کی خدمت میں حاضر تھا کہ انھوں نے ہم سے فرمایا:

بیٹے! تم چاہتے ہو کہ اللہ تعالیٰ سے کلام کرو، ہم نے عرض کیا، جی ہاں! چاہتے ہیں اور یہ کیوں نہ چاہیں گے، فرمایا: تنہائی میں ہمیشہ ان اشعار کا ورد کیا کرو۔

بے تو جاناں قرار نتوانم کرد
احسان ترا شمار نتوانم کرد
گر برتن من زباں شود ہر موئے
یک شکر تو از ہزار نتوانم کرد

ترجمہ: اے میرے محبوب! تیرے بغیر قرار اور سکون نہیں مل سکتا، میں تیری مہربانیوں کو شمار نہیں کر سکتا، اگر میرے بدن پر موجود ہر بال زبان بن جائے تب بھی تیرے ہزاروں شکر میں سے ایک شکر بھی میں ادا نہیں کر پاؤں گا۔

شیخ قدس سرہٗ العزیز فرماتے ہیں کہ ہم نے برابر اس کا ورد جاری رکھا، یہاں تک کہ بچپن میں ہی ہم پر راہ حقیقت کھلتی چلی گئی۔

ابوالقاسم بشر یاسین کی وفات ''میہنہ'' کے اندر سنہ ۳۸۰ ہجری میں ہوئی، شیخ قدس اللہ سرہٗ العزیز جب کبھی ''میہنہ'' کے قبرستان تشریف لیجاتے تو ان ہی کی قبر انور سے زیارت کی ابتدا کرتے۔

ایک دن دوران گفتگو فرمایا کہ ایک ایمان دار نابینا پیر تھے، وہ تشریف لائے، شیخ قدس سرہٗ نے اپنی اس مسجد کی جانب اشارہ کیا جو اُن کے آستانے کے دروازہ پر واقع ہے، وہ مسجد میں آکر بیٹھ گئے اور اپنا عصا اپنی پیٹھ کے پیچھے رکھ دیا۔

ایک دن میں ان کے پاس اس حالت میں پہنچا کہ وہ تھیلا میرے ساتھ تھا جسے میں ادیب سے حاصل کر کے لایا تھا، ہم نے ان پیر صاحب کو سلام کیا، انھوں نے جواب دے کر پوچھا: بیٹا! ابوالخیر تم ہی ہو؟ ہم نے عرض کیا جی ہاں!

پوچھا کیا پڑھتے ہو؟ ہم نے بتایا کہ فلاں کتاب۔ پیر صاحب نے فرمایا کہ مشائخ ارشاد فرماتے ہیں:

حَقِیْقَةُ الْعِلْمِ مَاکَشَفَ عَلَیْکَ السَّرَائِرُ.

ترجمہ: علم کی حقیقت یہ ہے کہ اسرار ورموز منکشف ہو جائیں گے۔

ہم نے اس وقت نہ سمجھا کہ حقیقت کا معنی کیا ہے اور کشف کیا ہوتا ہے؟ یہاں تک کہ آج ساٹھ سال بعد اللہ تعالیٰ نے ہم کو اس ارشاد کا مطلب بتادیا اور وہ ہم پر روشن ہوگیا۔

☆☆☆

وسیلہ: قرآن وحدیث کی روشنی میں

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

يَا أَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوْا اتَّقُوْا اللّٰهَ وَابْتَغُوْا إِلَيْهِ الْوَسِيْلَةَ وَجَاهِدُوْا فِيْ سَبِيْلِهٖ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ. (مائدۃ:۳۵)

ترجمہ: اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور اس کی بارگاہ میں وسیلہ تلاش کرو اور اس کی راہ میں مجاہدہ کرو تاکہ تم فلاح یاب ہوجاؤ۔

وسیلہ کا لغوی اور شرعی مفہوم

علامہ حسین بن محمد راغب اصفہانی (متوفی:۵۰۲ھ) لکھتے ہیں کہ کسی چیز کی طرف رغبت کے ساتھ پہنچنا وسیلہ ہے۔ (المفردات:ص:۵۲۳-۵۲۴)

علامہ جوہری کی ''صحاح، جلد:۵،ص:۱۸۵ پر ہے کہ رغبت کے ساتھ جس چیز سے کسی کا قرب حاصل کیا جائے وہ وسیلہ ہے اور اس عمل کو لغت میں توسل کہا جاتا ہے۔

جس چیز کے ذریعے برضا ورغبت اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کیا جائے شریعت کی اصطلاح میں اس کا نام وسیلہ ہے اور اس عمل کو توسل شرعی کہا جاتا ہے، اس معنی میں ایک دوسرا لفظ استغاثہ بھی آتا ہے جس کے معنی ہیں کسی سے مدد طلب کرنا۔ یہ بھی اپنی حقیقت کے لحاظ سے دراصل توسل ہی ہے۔

مذکورہ بالا آیت کریمہ میں وسیلہ تلاش کرنے کا حکم دیا گیا ہے اور اس میں وارد لفظ وسیلہ عام ہے جو اعمال صالحہ اور نفوس قدسیہ دونوں کو شامل ہے، اس آیت کریمہ میں اس بات کی جانب کوئی اشارہ بھی موجود نہیں ہے کہ اگر مقبولان بارگاہ الٰہی کو وسیلہ بنایا جائے تو ان کا بقید حیات ظاہری ہونا ضروری ہے بلکہ لفظ وسیلہ اپنی عمومیت کے لحاظ جہاں اعمال صالحہ اور اولیاء اللہ دونوں کو عام ہے وہیں زندہ اور وصال یافتہ دونوں کو شامل ہے، اور جب تک تخصیص پر کوئی دلیل شرعی موجود ہو نہ تب تک قرآن کریم کے ظاہر پر عمل کرنا ضروری ہے اور ظاہر سے انحراف جائز نہیں ہے۔

ایک دوسرے مقام پر اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

أُولٰئِكَ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ يَبْتَغُوْنَ إِلٰى رَبِّهِمُ الْوَسِيْلَةَ أَيُّهُمْ أَقْرَبُ. (اسرا:۵۷)

ترجمہ: جنھیں یہ لوگ پوجتے ہیں وہ اپنے رب کی بارگاہ تک پہنچنے کا قریب ترین وسیلہ تلاش کرتے ہیں۔

یہاں بھی لفظ وسیلہ عام ہے اور کسی دلیل شرعی کے بغیر نہ اس کو اعمال صالحہ سے خاص کردینا درست ہے اور نہ ہی قرآن کریم کے لفظ عام پر عمل کو ترک کردینا صحیح ہے۔

احادیث اور آثار صحابہ میں توسل

حضرت انس رضی اللہ عنہ مروی ہے کہ جب قحط پڑتا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ حضرت عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ کے وسیلے سے بارش کی دعا کرتے اور کہتے:

اللّٰھُمَّ إِنَّا کُنَّا نَتَوَسَّلُ إِلَیْکَ بِنَبِیِّنَا مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَتَسْقِینَا،وَإِنَّا نَتَوَسَّلُ إِلَیْکَ الْیَوْمَ بِعَمِّ نَبِیِّنَا صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَاسْقِنَا، فَیُسْقَوْنَ.

(بخاری: حدیث نمبر:۱۰۱۰)

ترجمہ: اے اللہ! ہم پہلے اپنے نبی کے وسیلے سے دعا کرتے تھے تو ہمیں تو بارش سے سیراب کرتا تھا اب ہم اپنے نبی کے چچا عباس بن عبدالمطلب کے وسیلے سے دعا کرتے ہیں ہمیں بارش سے سیراب فرما،حضرت انس فرماتے ہیں کہ ان کو بارش سے سیراب کیا جاتا۔

حضرت عثمان بن حنیف رضی اللہ سے مروی ہے کہ ایک نابینا اللہ کے رسول کی بارگاہ میں حاضر ہوکر عرض گزار ہوا:

اللہ سے دعا فرمائیں کہ مجھے بینائی عطا فرمادے،اللہ کے رسول نے فرمایا: اگر تم چاہو تو صبر کرلو اور صبر تمہارے لیے بہتر ہے۔نابینا شخص نے عرض کیا: آپ دعا فرمادیں ۔ایک روایت میں یہ ہے کہ میرے پاس کوئی راستہ دکھانے والا نہیں ہے،اس لیے میرے لیے یہ تکلیف دشوار گزار رہے، یہ سن کر آپ نے یہ حکم دیا کہ اچھی طرح وضو کرلو اور دو رکعت نماز ادا کرو اور پھر یہ دعا کرو:

اللّٰھُمَّ إِنِّی أَسْأَلُکَ وَأَتَوَجَّہُ إِلَیْکَ بِنَبِیِّکَ مُحَمَّدٍ نَبِیِّ الرَّحْمَۃِ، یَا مُحَمَّدُ، إِنِّی تَوَجَّھْتُ بِکَ إِلَی رَبِّی فِی حَاجَتِی ھَذِہِ، فَتُقْضٰی لِی، اللّٰھُمَّ شَفِّعْهُ فِیَّ. (مسند احمد، ج:۴،ص:۱۳۸،نسائی:عمل الیوم واللیلۃ،ص:۶۵۸، ترمذی حدیث نمبر:۳۵۷۸،ابن ماجہ،حدیث نمبر:۱۳۸۵،ابن خزیمہ، حدیث نمبر:۱۲۱۹،حاکم،ج:۱،ص:۳۱۳)

ترجمہ: اے اللہ! میں تیرے نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم نبی رحمت کے وسیلے سے تیری طرف متوجہ ہوتا ہوں اور تجھ سے سوال کرتا ہوں، یا محمد! (صلی اللہ علیہ وسلم) میں آپ کے وسیلے سے اپنی اس حاجت میں اپنے رب کی طرف متوجہ ہوتا ہوں تاکہ میری حاجت پوری ہو،اے اللہ! میرے متعلق ان کی شفاعت قبول فرما۔

اس حدیث کو ابن ماجہ نے ابواسحاق کے حوالے سے کہا کہ یہ حدیث صحیح ہے،امام حاکم ،ابن حجر ہیثمی اور حافظ منذری نے بھی کہا ہے کہ یہ حدیث صحیح ہے،امام ذہبی نے بھی امام حاکم کی تائید کرتے ہوئے اس حدیث کو صحیح قرار دیا ہے۔

حضرت سیدنا عثمان بن حنیف رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک شخص حضرت عثمان بن عفان کے زمانے میں ان کے پاس اپنی کسی حاجت کے لیے بار بار آتا تھا،اور حضرت عثمان ان کی طرف توجہ نہیں دیتے تھے اور ان کی حاجت پوری نہیں کرتے تھے، چنانچہ اس شخص نے عثمان بن حنیف سے ملاقات کرکے اپنی پریشانی کا اظہار کیا تو انھوں نے اس سے فرمایا کہ وضو کرو، پھر مسجد جا کر دو رکعت نماز ادا کرکے یہ دعا کرو:

اَللّٰھُمَّ اِنِّی اَسْأَلُکَ وَاَتَوَجَّہُ اِلَیْکَ بِنَبِیِّنَا مُحَمَّدٍ ﷺ نَبِیِّ الرَّحْمَۃِ یَامُحَمَّدُ اِنِّی اَتَوَجَّہُ بِکَ اِلٰی رَبِّکَ فَیَقْضِی حَاجَتِی.

وَتَذْکُرُ حَاجَتَکَ فَانْطَلَقَ الرَّجُلُ فَصَنَعَ مَاقَالَ لَہٗ ثُمَّ اَتٰی بَابَ عُثْمَانَ فَجَاءَ الْبَوَّابُ حَتّٰی اَخَذَہٗ بِیَدِہٖ

فَاَدْخَلَهٗ عَلٰی عُثْمَانَ فَاَجْلَسَهٗ مَعَهٗ عَلَی الطُّنْفُسَةِوَقَالَ:مَاحَاجَتُکَ؟فَذَکَرَ حَاجَتَهٗ فَقَضَاهَالَهٗ ثُمَّ قَالَ مَاکَانَتْ لَکَ حَاجَةٌ فَأْتِنَا،ثُمَّ اَنَّ الرَّجُلَ لَمَّاخَرَجَ مِنْ عِنْدِهٖ لَقِیَ عُثْمَانَ بْنَ حَنِیْفٍ وَقَالَ لَهٗ:جَزَاکَ اللّٰهُ مَاکَانَ یَنْظُرُ فِیْ حَاجَتِیْ وَلَایَلْتَفِتُ اِلَیَّ حَتّٰی کَلَّمْتَهٗ فِیَّ فَقَالَ عُثْمَانُ بْنُ حَنِیْفٍ:وَاللّٰهِ مَاکَلَّمْتُهٗ وَلٰکِنْ شَهِدْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺوَاَتَاهُ رَجُلٌ ضَرِیْرٌ فَشَکَااِلَیْهِ ذَهَابَ بَصَرِهٖ فَقَالَ لَهُ النَّبِیُّ ﷺ:اَوْتَصْبِرُقَالَ یَارَسُوْلَ اللّٰهِ:لَیْسَ لِیْ قَائِدٌ وَقَدْشَقَّ عَلَیَّ فَقَالَ لَهُ النَّبِیُّ ﷺ:اِئْتِ الْمِیْضَاةَ فَتَوَضَّأْ ثُمَّ صَلِّ رَکْعَتَیْنِ ثُمَّ ادْعُ بِهٰذِهِ الدَّعَوَاتِ فَقَالَ عُثْمَانُ بْنُ حَنِیْفٍ فَوَاللّٰهِ مَاتَفَرَّقْنَا وَلَاطَالَ بِنَاالْحَدِیْثُ حَتّٰی دَخَلَ عَلَیْنَا الرَّجُلُ کَاَنَّهٗ لَمْ یَکُنْ بِهٖ ضُرٌّقَطُّ. (طبرانی:معجم صغیر،حدیث نمبر:۸۳۱۱۰،ابن السنی:عمل الیوم واللیلۃ،ص:۶۲۸،حاکم،ج:۱،ص:۵۲۶،ہیثمی:مجمع الزوائد،حدیث نمبر:۳۶۶۸،حافظ منذری:الترغیب و الترہیب،ج:۱،ص: ۴۷۶، ابن تیمیہ:التوسل والوسیلۃ،ص:۱۵۱)

ترجمہ:اے اللہ!میں تجھ سے اپنے نبی رحمت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے وسیلے سے سوال کرتا ہوں اور تیری طرف متوجہ ہوتا ہوں،یا محمد!بلاشبہہ میں آپ کے واسطے سے آپ کے رب کی طرف متوجہ ہوتا ہوں تا کہ وہ میری حاجت پوری فرما دے۔

پھر اپنی حاجت ذکر کرو،چنانچہ وہ شخص چلا گیا اور اس نے ایسا ہی کیا جیسا عثمان بن حنیف نے اس سے بتایا تھا، پھر وہ شخص حضرت عثمان غنی کے در پر حاضر ہوا تو دربان آیا اور اس کا ہاتھ پکڑ کر ان کے پاس لے گیا اور ان کے ساتھ چٹائی پر بٹھایا، انھوں نے پوچھا کہ تمہاری کیا حاجت ہے؟اس نے اپنی حاجت کو بیان کیا،حضرت عثمان غنی نے اس کی حاجت پوری کر دی، پھر انھوں نے فرمایا:جب بھی تمھیں کوئی حاجت ہو تو ہمارے پاس آ جانا،اس کے بعد وہ جب حضرت عثمان غنی کے پاس سے لوٹا تو عثمان بن حنیف سے اس کی ملاقات ہوگئی،اس نے عرض کیا:اللہ آپ کو بہترین جزا عطا فرمائے، عثمان میری طرف توجہ نہیں دیتے تھے اور میری حاجت پوری نہیں کر رہے تھے یہاں تک کہ آپ نے ان سے میری سفارش کر دی، یہ سن کر عثمان بن حنیف نے فرمایا: میں نے تمہارے بارے میں ان سے کوئی سفارش نہیں کی، بلکہ معاملہ یہ ہے کہ میں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر تھا کہ آپ کی بارگاہ میں ایک نابینا شخص آیا اور بینائی چلے جانے کی شکایت کی تو اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے فرمایا: چاہو تو صبر کر لو،اس نے کہا: یارسول اللہ! میرے پاس کوئی راستہ دکھانے والا نہیں ہے،اس لیے یہ تکلیف میرے لیے دشوار گزار ہے،اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے فرمایا کہ وضو کر کے دو رکعت نماز ادا کرو پھر یہ دعا کرو۔عثمان بن حنیف فرماتے ہیں کہ اللہ کی قسم اس سے پہلے کہ ہم جدا ہوتے اور کوئی طویل گفتگو ہوتی وہ شخص ہمارے پاس

اس حال میں آیا کہ گویا اس کو آنکھوں کی کوئی تکلیف ہی نہ تھی۔

اس حدیث کو طبرانی اور حاکم نے صحیح قرار دیا ہے، حافظ ذہبی نے حاکم کی تائید کی ہے اور ان کی تصحیح کو ہیثمی نے مجمع الزوائد میں اور حافظ منذری نے الترغیب والترہیب میں ذکر کیا ہے۔

پہلی حدیث میں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو آپ کی حیات ظاہری میں وسیلہ بنانے اور غیر نبی کو ان کی حیات ظاہری میں وسیلہ بنانے کے عمل کا صراحتاً ذکر ہے، لیکن اس حدیث میں اس بات کی کوئی صراحت نہیں ہے کہ نبی یا غیر نبی کی حیات ظاہری کے بعد ان سے توسل نہیں کیا جا سکتا، بلکہ اس میں مطلقاً توسل کا ثبوت ہے جو حیات ظاہری اور بعد وفات دونوں کو عام ہے۔

دوسری حدیث میں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک نابینا کو شفایابی کے لیے ایک عمل بتایا ہے جس میں آپ کی ذات مبارک کو وسیلہ بنانے کا ذکر ہے، بعد میں اس حکم کو آپ نے منسوخ نہیں کیا اور نہ کہیں اس بات کی کوئی صراحت ہے کہ یہ حکم اس شخص کے ساتھ یا آپ کی حیات ظاہری کے ساتھ خاص تھا۔ لہٰذا مومنین کے لیے قیامت تک یہ حدیث قابل عمل ہوگی۔

تیسری حدیث میں دوسری حدیث والے واقعے کا اعادہ ہے، البتہ! اس میں اس بات کی صراحت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات ظاہری کے بعد حضرت عثمان بن عفان کے عہد میں حضرت عثمان بن حنیف نے ایک پریشان حال شخص کو اللہ کے رسول کے وسیلے سے حاجت برآری والے طریقہ کو اختیار کرنے کا مشورہ دیا، اس حدیث سے اس بات کی وضاحت ہوتی ہے کہ ایک صحابی رسول نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد آپ کو یا محمد کہہ کر پکارنے کا عقیدہ رکھا اور دوسروں کو مصیبت میں ایسا کرنے کی تعلیم بھی دی، یوں ہی یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ بعد وصال آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات مبارکہ سے توسل درست ہے

قرآن اور صحیح احادیث میں توسل کا ثبوت موجود ہونے کی وجہ سے ہی سلف سے لے کر خلف تک چند لوگوں کو چھوڑ کر انبیا اور صالحین سے ان کی حیات میں اور وفات کے بعد وسیلے لینے کے جواز واستحباب پر اتفاق رہا ہے، چنانچہ جن لوگوں نے توسل کے جواز واستحباب کا قول کیا ہے ان میں امام شافعی، امام احمد بن حنبل، امام مالک، امام ابوحنیفہ، امام نووی، حافظ ابن حجر عسقلانی، حافظ ابن حجر ہیثمی، امام ابوبکر بیہقی، امام حاکم، امام قسطلانی، امام ابن جوزی، قاضی عیاض مالکی، حافظ علی بن عبدالکافی سبکی، حافظ ابن کثیر، امام ابوعبداللہ قرطبی، حافظ عبدالباقی زرقانی، ملا علی قاری، قاضی شوکانی اور ان کے علاوہ سیکڑوں محدثین، فقہا اور اہل اللہ شامل ہیں۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو انبیا وصالحین اور اعمال صالحہ کی برکت سے قرآن سنت کی پیروی کی توفیق عطا فرمائے اور نفس وشیطان کی اتباع سے محفوظ رکھے۔ ☆☆☆

سیرت شہید اعظم

اللہ تعالیٰ نے سب سے بہتر نسب اور اعلیٰ خاندان و قبیلے میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو پیدا فرمایا اور انھیں کے مقدس گھرانے سے حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ ہیں۔

ولادت با سعادت

ان کی ولادت ۵؍شعبان سنہ چار ہجری مطابق ۶۲۴ عیسوی میں بمقام مدینہ منورہ ہوئی۔

ابورافع بیان کرتے ہیں کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ نے امام حسین کے کان میں اذان کہی۔ (مستدرک، جلد:۳،ص:۱۹۷)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے پیدائش کے ساتویں دن امام حسین کی جانب سے عقیقہ کیا، ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حسن وحسین کی پیدائش کے ساتویں دن ان کی جانب سے عقیقہ کیا جس میں دو دو بکرے ذبح کیے۔ (مصنف عبدالرزاق، جلد:۴،ص:۳۳۰)

حلیہ مبارک

امام حسین رضی اللہ عنہ نہ زیادہ لمبے تھے نہ زیادہ چھوٹے، پیشانی کشادہ اور داڑھی گھنی تھی، جب کہ سینہ چوڑا تھا، آواز بڑی پیاری اور اچھی تھی، بولتے تو ایسا معلوم ہوتا تھا کہ کانوں میں رس گھول رہے ہوں، ہتھیلیاں اور قدم کشادہ تھے۔

نبی کریم سے کافی مشابہت رکھتے تھے، روایت میں ہے:

اَلْحَسَنُ أَشْبَهُ بِرَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا بَيْنَ الصَّدْرِ إِلَى الرَّأْسِ، وَالْحُسَيْنُ أَشْبَهُ بِرَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا كَانَ أَسْفَلَ مِنْ ذٰلِكَ. (سنن ترمذی، فضل حسن وحسین)

ترجمہ: حضرت حسن سر سے لے کر سینہ تک نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ مشابہت رکھتے تھے اور حضرت حسین سینے سے لے کر نیچے تک نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ مشابہت رکھتے تھے۔

ضحاک بن عثمان حزامی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

كَانَ جَسَدُ الْحُسَيْنِ شِبْهَ جَسَدِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. (طبرانی، مناقب حسین)

ترجمہ: حضرت حسین کا جسم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے جسم اطہر سے مشابہ تھا۔

تعلیم وتربیت

حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ ان خوش قسمت افراد میں ہیں جن کی تعلیم وتربیت بڑے ناز ونعم سے ہوئی۔ خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حسین کی تعلیم وتربیت دی ہے۔ اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ جن کی پرورش فخر دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی گود میں ہوئی ہو وہ کس قدر کرامت وعظمت والا ہوگا۔

مزید آپ صحابہ کے درمیان ایمانی، نورانی، عرفانی اور قرآنی ماحول میں پلے بڑھے جو انبیا و مرسلین کے بعد سب سے بہتر مخلوق ہیں۔

ان کی پرورش کس طریقے پر ہوئی، اس سلسلے میں حضرت

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ:

خَرَجَ عَلَيْنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَ مَعَهُ الْحَسَنُ وَالْحُسَيْنُ هٰذَاعَلٰى عاَتِقِهٖ وَهٰذَاعَلٰى عَاتِقِهٖ وَهُوَ يَلْثِمُ هٰذَامَرَّةً وَهٰذَامَرَّةً حَتّٰى اِنْتَهٰى إِلَيْنَا.

(مسند احمد، ابو ہریرہ)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت حسن اور حسین کے ساتھ باہر نکلے، حسن ایک کاندھے پہ تھے اور حسین دوسرے کاندھے پر، آپ کبھی حسن کو پیار کرتے تو کبھی حسین کو، یہاں تک کہ ہم تک پہنچ گئے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَسْجُدُ فَيَجِيءُ الْحَسَنُ أَوِ الْحُسَيْنُ فَيَرْكَبُ عَلَى ظَهْرِهِ، فَيُطِيلُ السُّجُودَ. (مجمع الزوائد، ج:۹، ص:۱۱۱)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب نماز میں سجدہ ادا کرتے تو حسن وحسین آتے اور آپ کی مبارک پیٹھ پر سوار ہو جاتے، اس وقت آپ اپنا سجدہ لمبا فرما دیتے۔

امتیازات وخصوصیات

امام حسین رضی اللہ عنہ حسن تدبر، صبر وتحمل، علم وحلم، شجاعت و جوانمردی، فہم وفراست، غیرت مندی، سخاوت و ذکاوت، صداقت اور اخلاق حسنہ جیسی صفات سے متصف تھے، بلکہ اگر سچ کہا جائے تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے سچے اور حقیقی جانشیں و نائب تھے۔

ذوق عبادت

جملہ فرائض اور واجبات کی بروقت ادائیگی تو کرتے ہی تھے، قرآن کریم کی تلاوت بھی بڑے انہماک اور خلوص کے ساتھ فرماتے تھے، یہی سبب ہے کہ جب امام حسین رضی اللہ عنہ تلاوت میں مشغول رہتے تو ان کے دل پہ ایک کیفیت طاری ہو جاتی اور اس قدر گریہ زاری کرتے کہ آنسوؤں سے چہرہ اور داڑھی تر بتر ہو جاتی تھی۔

اس کے علاوہ رات بھر عبادت وریاضت میں منہمک رہتے اور اللہ کی بارگاہ میں توبہ واستغفار کرتے رہتے۔

تواضع وانکساری

امام حسین رضی اللہ عنہ دوسرے کریمانہ اخلاق سے متصف ہونے کے ساتھ بڑے منکسر المزاج بھی تھے۔

ایک بار آپ ایک ایسی جگہ سے گزرے جہاں پر کچھ مسکین زمین پر بیٹھ کر کھانا کھا رہے تھے۔ ان لوگوں نے آپ کو سلام کیا اور کہا:

یا ابن رسول اللہ! تشریف لائیں۔ آپ سواری سے یہ کہتے ہوئے اتر آئے کہ اللہ گھمنڈ کو پسند نہیں فرماتا اور ان کے ساتھ بیٹھ کر کھانا کھانے لگے، جب فارغ ہوئے تو کہا کہ تم لوگوں نے مجھے بلایا میں آ گیا، اب میں تم سب کو اپنے گھر آنے کی دعوت دیتا ہوں تو اسے بھی قبول کرو۔

مشیت الٰہی اور شہادت

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

حضرت جبریل، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تھے، اسی درمیان حسین ابن علی آپ کے پاس آئے اور کاندھے پر سوار ہو کر کھیلنے لگے۔ حضرت جبریل نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا:

یا محمد! آپ حسین سے محبت کرتے ہیں؟ نبی کریم نے فرمایا: اے جبریل! اپنے بیٹے سے محبت کیوں نہ کروں! یہ سن کر جبریل نے کہا کہ آپ کی امت ہی حسین کو شہید کردے گی، اور اپنا ہاتھ بڑھا کر سفید مٹی لائے، پھر کہا: یا محمد! مقام طف میں آپ کے بیٹے شہید کردیے جائیں گے۔

جب جبریل نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سے چلے گئے تو آپ اپنے ہاتھ میں وہی مٹی لے کر روتے ہوئے نکلے، اور فرمایا:

اے عائشہ! جبریل نے مجھے خبر دی ہے کہ میرا بیٹا حسین مقام 'طف' (کربلا) میں شہید کردیا جائے گا۔ پھر اپنے صحابہ علی، ابوبکر، عمر، حذیفہ، عمار، ابوذر غفاری رضی اللہ عنہم کے پاس گئے اور آپ کی آنکھوں میں آنسو تھا تو صحابہ نے عرض کیا:

مَا يُبْكِيكَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ ؟ فَقَالَ: أَخْبَرَنِي جِبْرِيْلُ أَنَّ ابْنِي الْحُسَيْنَ يُقْتَلُ بَعْدِي بِأَرْضِ الطَّفِّ، وَجَاءَ نِيْ بِهٰذِهٖ. (طبرانی، ج:۳، ۱۷۸)

ترجمہ: یارسول اللہ! آپ کو کس چیز نے رلایا ہے؟ فرمایا: جبریل نے مجھے خبر دی ہے کہ میرا بیٹا حسین میرے بعد مقام 'طف' میں شہید کردیا جائے گا اور یہ مٹی لائے ہیں۔

بالآخر مشیت الٰہی کے مطابق ۱۰ر محرم ۶۱ہجری مطابق ۶۸۱ عیسوی میں شہید کردیے گئے اور قیامت تک کے لیے امت مسلمہ کے لیے نشان راہ چھوڑ گئے۔

امام حسین رضی اللہ عنہ نے اس عمل کو انجام تک پہنچادیا جس کی ابتدا حضرت اسمٰعیل علیہ السلام سے ہوئی تھی بلکہ وہ خواب سچ کردکھایا جو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے دیکھا تھا۔

ڈاکٹر اقبال اس کی بڑی اچھی ترجمانی کرتے ہیں:

غریب وسادہ ورنگیں ہے داستان حرم
نہایت اس کی حسین ابتدا ہے اسمٰعیل

تعلیمات وفرمودات

ذیل میں ان کی تعلیمات کے کچھ منتخب حصے پیش ہیں:

☆ جان لو کہ بھلائی کے ذریعے ہی بڑائی اور بدلہ ملتا ہے، اگر لوگوں میں کوئی بھلا انسان دیکھو تو اس سے اپنی نگاہ کو ٹھنڈک پہنچاؤ اور اگر کسی ملامتی انسان کو دیکھو تو اس سے اپنے دل کو دور کرلو۔

☆ بیشک دنیا بدلنے والی ہے اور اس کی بھلائیاں آخرت میں کام آنے والی ہیں، مومن کو چاہیے کہ اللہ تعالیٰ کی لقا کو مرغوب رکھے۔

☆ مجھے بھلائی کی موت پسند ہے کیونکہ یہ نیک بختی ہے اور ظالموں کے ساتھ جینا مجھے پسند نہیں کیونکہ یہ جرم ہے۔

☆ جس چیز کی تمھیں طاقت نہیں اس کا ذمہ نہ لو اور جو چیز تم نہیں جانتے اس کا تدارک نہ کرو۔

☆ جو چیز تیرے مقدر میں نہیں اس کو شمار نہ کرو اور اپنی قدرت کے مطابق خرچ کرو اور اپنے عمل کے مطابق ہی بدلہ طلب کرو۔

☆ جو کچھ بھی اللہ کی اطاعت سے ملے اس پر خوشی مناؤ، اور وہی کھاؤ جس کا اہل تم اپنے آپ کو پاؤ۔

☆ جس نے سخاوت کی وہ شاد ہوا۔ اور جس نے بخل سے کام لیا وہ رسوا ہوا۔ اور جس نے اپنے بھائی کے ساتھ بھلائی کی وہ کل قیامت میں اپنے رب کے پاس پائے گا۔

☆☆☆

اشتیاق عالم مصباحی

شہادت بقا ہے فنا نہیں

اللہ رب العزت فرماتا ہے:

وَلا تَحْسَبَنَّ الَّذِينَ قُتِلُوا فِي سَبِيلِ اللّٰهِ أَمْوَاتًا بَلْ أَحْيَاءٌ عِندَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُونَ،فَرِحِينَ بِمَا آتَاهُمُ اللّٰهُ مِن فَضْلِهِ وَيَسْتَبْشِرُونَ بِالَّذِينَ لَمْ يَلْحَقُوا بِهِمْ مِّنْ خَلْفِهِمْ أَلَّا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلا هُمْ يَحْزَنُونَ.

(آل عمران:۱۶۹تا۱۷۰)

ترجمہ: جواللہ کی راہ میں قتل کیے جائیں انھیں مردہ نہ کہو، بلکہ وہ اپنے رب کے پاس زندہ ہیں رزق پاتے ہیں اوراللہ نے جوکچھ انھیں اپنے فضل سے عطا کیا ہے اس پر خوش ہیں اوروہ لوگ جوابھی ان سے نہیں ملے ان کے متعلق اس بشارت سے خوش ہوتے ہیں کہ نہ ان پر کوئی خوف ہے اور نہ کوئی غم۔

جب بھی کبھی شہادت کا ذکر آتا ہے تو عام طور سے ذہن شہید اعظم حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی طرف مائل ہوجاتا ہے، جنھوں نے دین کی حفاظت اور سربلندی کے لیے خود کو اوراپنے اہل وعیال کوقربان کردیا۔

لیکن یادرہے کہ لفظ شہید صرف ان ہی بہتر (۷۲) نفوس قدسیہ کوشامل نہیں ہے جوکربلا میں شہید ہوئے، بلکہ شریعت میں ہراس شخص کوشہید کہاجاتا ہے جواللہ کے کلمے کی سربلندی کے لیے مسلسل کوشش کرے یہاں تک کہ اسی کوشش میں وہ قربان ہوجائے۔

لغوی معنی: لغت میں شہید کا معنی ہے گواہ اور حاضر۔

اللہ کی راہ میں قتل کیے جانے والوں کوشہید اس لیے بھی کہا جاتا ہے کہ ان کے بارے میں اللہ نے جنت کی شہادت دی ہے، یا پھرعام لوگوں کے برخلاف شہدا کی روح جنت میں فوراً حاضر ہوجاتی ہے۔

ایک قول یہ ہے کہ شہید اللہ کی راہ میں جان دے کراس بات کی گواہی دیتا ہے کہ اس نے اللہ سے کیا ہوا وعدہ پورا کردیا، وہ وعدہ کیا ہے؟ قرآن کریم کی زبانی ملاحظہ کریں:

إِنَّ اللّٰهَ اشْتَرَىٰ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ أَنفُسَهُمْ وَأَمْوَالَهُمْ بِأَنَّ لَهُمُ الْجَنَّةَ. (توبہ:۱۱۱)

ترجمہ: بیشک اللہ نے مومنوں کی جان ومال کو جنت کے بدلے خریدلیا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے اس آیت کریمہ میں فرمایا کہ جواللہ کی راہ میں اعلاء کلمۃ الحق اوردین کی حفاظت ومدد کے لیے شہید کیے جائیں تم انھیں مردہ نہ کہو بلکہ مردہ گمان بھی نہ کروکہ اب وہ کسی چیز کا احساس نہیں کرتے اورنہ کوئی لذت پاتے ہیں، بلکہ وہ زندہ ہیں اوران کی زندگی تم سے کہیں بہتر ہے، کیونکہ وہ اپنے رب کے قرب خاص میں ہیں، ان کی زندگی کی سب سے بڑی دلیل یہ ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی جانب سے رزق پاتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ کی راہ میں مسلسل کوشش، اخلاص اوراپنی زندگی قربان کردینے کی وجہ سے خالق کائنات نے ان پر جوانعامات کیے ہیں، اس سے لطف اندوز بھی ہوتے ہیں اوراپنے بھائیوں

کو اس نعمت کی ترغیب دیتے ہوئے کہتے ہیں کہ ان پر نہ کوئی خوف ہے اور نہ کوئی غم۔

مذکورہ آیات میں چار جزو ہیں اور ہر جزو چار چیزوں کی نشاندہی کرتا ہے:

۱۔شہادت بقا ہے فنا نہیں۔

۲۔شہدا کی فضیلت وکرامت۔

۳۔شہدا پر اللہ کا فضل واحسان۔

۴۔مومنین کو شہادت کی ترغیب۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

لَـمَّا أُصِيبَ إِخْوَانُكُمْ بِأُحُدٍ، جَعَلَ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ أَرْوَاحَهُـمْ فِـي أَجْـوَافِ طَيْـرٍ خُضْرٍ تَرِدُ أَنْهَارَ الْجَنَّةِ، تَـأْكُـلُ مِـنْ ثِـمَارِهَا، وَتَأْوِي إِلٰى قَنَادِيلَ مِنْ ذَهَبٍ فِي ظِلِّ الْعَرْشِ.

فَلَمَّا وَجَدُوْا طِيْبَ مَشْرَبِهِمْ وَمَأْكَلِهِمْ، وَحُسْنَ مَـقِيْـلِهِـمْ قَـالُـوايَـا لَيْتَ إِخْوَانَنَا يَعْلَمُوْنَ بِمَاصَنَعَ اللّٰهُ لَنَـا،لِئَلا يَزْهَدُوْا فِيْ الْجِهَادِ،وَلا يَنْكُلُوْاعَنِ الْحَرْبِ، فَـقَـالَ الـلّٰـهُ عَزَّ وَجَلَّ أَنَا أُبَلِّغُهُمْ عَنْكُمْ فَأَنْزَلَ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ هَؤُلاءِ الْآيَاتِ عَلٰى رَسُوْلِهِ.

(مسند احمد، جلد:۴،۲۱۸ط:الرسالۃ)

ترجمہ: جب تمہارے بھائی غزوۂ احد میں شہید ہوئے تو اللہ تعالیٰ نے ان کی روح سبز پرندوں میں رکھ دیا جو پرندے جنت کی نہروں پر اترتے ہیں اور جنت کے پھل کھا کر عرش کے سایے میں سونے کے پنجرے میں چلے جاتے ہیں۔شہدا اچھا کھانا، عمدہ مشروبات اور حسین خواب گاہ کو دیکھ کر کہتے ہیں کاش! ہمارے بھائی کو ان انعامات کا علم ہوتا جو اللہ تعالیٰ نے ہمارے ساتھ کیا ہے تو وہ کبھی بھی جہاد نہ چھوڑتے اور دین کے دشمنوں سے جنگ کرنے سے باز نہ آتے، چنانچہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ تمہاری طرف سے میں ان تک یہ بات پہنچاؤں گا، پھر اللہ نے اپنے نبی پر یہ آیتیں نازل فرمائیں۔

حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک دن میں اونٹ کی تلاش میں جنگل پہنچا، رات زیادہ ہوگئی تو حضرت عبداللہ ابن عمرو کی قبر کے قریب ٹھہر گیا۔ جب میں سونے کے لیے زمین پر اپنا سر رکھا تو ایک قبر سے تلاوت قرآن کی ایسی آواز آئی کہ اس سے اچھی آواز میں نے کبھی نہ سنی تھی، سوچا کہ جنگل میں کہیں سے کوئی آواز آرہی ہوگی، لیکن کچھ دیر کے بعد جب سر رکھا تو پھر تلاوت قرآن کی وہ آواز آئی، یہی حال صبح تک رہا میں نے ارادہ کرلیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ضرور اس حال سے باخبر کروں گا۔

صبح جب نبی کریم کی بارگاہ میں پہنچا تو رات کا واقعہ عرض کیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وہ عبداللہ ابن عمرو تھے، پھر حضرت طلحہ کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا:

أَلَـمْ تَـعْـلَـمْ يَـا طَـلْـحَةَ أَنَّ اللّٰـهَ عَزَّوَجَلَّ قَبِضَ أَرْوَاحَهُـمْ فَـجَـعَـلَهَا فِيْ قَنَادِيْلَ مِنْ زَبَرْجَدٍ وَيَاقُوْتٍ عَلَّقَهَاوَسَطَ الْجَنَّةَ؟

فَإِذاكَانَ اللَّيْلُ رُدَّتْ عَلَيْهِمْ أَرْوَاحُهُمْ فَلاتَزَالُ كَـذٰلِكَ حَتّٰـى إِذَاطَـلَـعَ الْفَجْرُرُدَّتْ أَرْوَاحُهُمْ إِلٰى مَكَانِهِمُ الَّذِيْ كَانَتْ فِيْهِ. (کنز العمال، جلد:۱۳،ص:۴۸۱)

اے طلحہ! کیا تمھیں معلوم نہیں کہ اللہ عزوجل نے ان کی روح زبرجد اور یاقوت کے پنجروں میں رکھ دیا ہے اور اس پنجرے کو جنت کے بیچ لٹکا دیا ہے، جب رات ہوتی ہے تو ان کی روح لوٹادی جاتی ہے اور یہی معاملہ صبح تک رہتا ہے۔ جب صبح ہوتی ہے تو ان کی روح اپنے اس مکان میں لوٹادی جاتی ہے جس میں وہ تھی۔

مولانا غلام رسول سعیدی ''تبیان القرآن'' میں لکھتے ہیں کہ جس کی زندگی اللہ کی راہ میں بسر ہو وہ زمین کے اوپر بھی زندہ ہے اور زمین کے نیچے بھی اور جس کی زندگی لہو ولعب اور کفر میں بسر ہو وہ زمین کے اوپر بھی مردہ ہے۔

اللہ رب العزت کا ارشاد ہے:

إِنَّکَ لَا تُسْمِعُ الْمَوْتَی. (نمل:۸۰)

یعنی آپ مردوں کو نہیں سنا سکتے۔

مشہور تابعی فقیہ حضرت مجاہد رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے کہ ہر مومن کامل شہید ہوتا ہے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَالَّذِیْنَ آمَنُوْا بِاللّٰہِ وَرُسُلِہٖ أُوْلٰئِکَ هُمُ الصِّدِّيْقُوْنَ وَالشُّهَدَاءُ عِنْدَ رَبِّهِمْ لَهُمْ أَجْرُهُمْ.

(حدید:۱۹)

ترجمہ: جو اللہ ورسول پر کامل ایمان رکھتے ہیں وہی صدیق اور شہید ہیں، ان کے رب کے پاس ان کا اجر اور حصہ ہے۔

عارفین باللہ اسی سبب اللہ کی راہ میں شہید ہونے والوں کی دو قسمیں بتاتے ہیں:

ا۔ ایک وہ ہے جو جہاد اصغر کی وجہ سے مقتول ہو، اور اللہ کی رضا کی خاطر اپنی جان قربان کردے۔

۲۔ ایک وہ ہے جو جہاد اکبر میں مقتول ہو، اور محبت الٰہی کی خاطر خواہشات نفس کو جلا کر خاکستر کردے۔

ان دونوں اقسام کی طرف رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اشارہ کیا ہے، فرماتے ہیں:

رَجعْنَا من الْجِهَاد الْأَصْغَر إِلَى الْجِهَاد الْأَكْبَر.

(سنن بیہقی)

جس طرح جہاد اصغر میں قربان ہونے والا شہید اور قرب کے اعلیٰ مقام میں ہوتا ہے اسی طرح جہاد اکبر کے ذریعے اپنی نفسانی خواہشات کو کچلنے والا اور اللہ کی محبت میں باقی رہنے والا قرب کے اعلی ترین مقام پر فائز ہوتا ہے، ہر آن اللہ تعالیٰ کی جانب سے ان کاملین پر معرفت اور مشاہدۂ الٰہی کی صورت میں جو نعمتیں ہوتی ہیں وہ اس سے خوش ہوتے ہیں اور قوم کو بھی اس نعمت کی بشارت دیتے ہیں۔

صاحب عرائس البیان اس آیت کے ضمن میں لکھتے ہیں:

''جو شوق کی تلوار سے عشق الٰہی کی راہ میں قتل کیا جائے انھیں مردہ مت کہو، بلکہ وہ حیات انسانیہ کو فنا کرکے حیات ربانیہ سے زندہ ہیں اور اللہ کی معرفت اور اس کے مشاہدے سے خوش ہو کر قوم کو اللہ جل جلالہ کا دیدار اور اس کی بقا کی بشارت دیتے ہیں۔''

حضرت جنید بغدادی قدس سرہ فرماتے ہیں کہ جو شریعت کی تلوار سے مارا جائے وہ اللہ کے نزدیک زندہ ہے اور رزق پاتا ہے تو اس شخص کا حال کیا ہوگا جو صدق وحقیقت کی تلوار سے قتل کیا جائے۔

☆☆☆

جہانگیر حسن

اللہ تعالیٰ سے ہمارا رشتہ کیسے مضبوط ہو؟

اللہ تعالیٰ کا بڑا کرم ہے کہ اس نے ہمیں عقل وشعور دیا اور اچھے برے کے درمیان تمیز کرنے کا سلیقہ عطا کیا تاکہ ہم اللہ کی رضا حاصل کرسکیں، لیکن اس کے لیے ضروری ہے کہ ہم سب سے پہلے اللہ کی ذات پر سچے دل سے ایمان لائیں کہ اللہ کی ذات یکتا ہے، وہی تنہا عبادت کے لائق ہے اور پوری کائنات کا پیدا کرنے والا ہے، ہم اپنا سر اسی کے آگے جھکائیں اور ہر حال میں اسی کی طاعت وعبادت کریں، اس کے علاوہ نہ کسی کی عبادت کریں اور نہ اس کے حکم کے خلاف کسی کا حکم مانیں، تبھی جاکر اللہ سے ہمارا رشتہ اور تعلق مضبوط ہو سکے گا۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

آمَنَ الرَّسُولُ بِمَا أُنْزِلَ إِلَيْهِ مِنْ رَبِّهٖ وَالْمُؤْمِنُونَ كُلٌّ آمَنَ بِاللّٰهِ وَمَلَائِكَتِهٖ وَكُتُبِهٖ وَرُسُلِهٖ. (بقرہ:۲۸۵)

رسول اس پر ایمان لائے جو اُن کے رب کی طرف سے نازل ہوا، اور ایمان والے بھی اللہ اور اس کے فرشتوں اور اس کی کتابوں اور اس کے رسولوں سب پر ایمان لائے۔

اس آیت میں ایمان کے چار درجے بتائے گئے ہیں:

۱۔ اللہ تعالیٰ کی ذات، اس کے اسما اور صفات پر ایمان لانا، یہ اس طور پر ہو کہ اللہ ایک ہے، یکتا ہے اور ذات وصفات میں اس کا کوئی شریک نہیں، وہ ہر شئے کا جاننے والا ہے اور ہر شئے جس کا وہ ارادہ کرے اس پر قدرت رکھنے والا ہے اور کوئی بھی چیز اس کی قدرت اور علم سے باہر نہیں ہے۔

۲۔ فرشتوں پر ایمان لانا، یہ اس طور پر ہو کہ فرشتے اللہ کی مخلوق ہیں، وہ ایک ذرہ بھی اللہ کے حکم کے خلاف نہیں کرتے، بلکہ وہ معصوم ہیں اور ہر نافرمانی سے پاک ہیں، نیز اللہ اور انبیا ومرسلین کے درمیان احکام وپیام کا ذریعہ ہیں۔

۳۔ اللہ تعالیٰ کی کتابوں پر ایمان لانا، یہ اس طور پر ہو کہ اللہ تعالیٰ نے جتنی بھی کتابیں اپنے رسولوں اور نبیوں پر نازل کیں وہ سب بلاشبہ برحق ہیں اور قرآن کریم جیسا کہ پہلے دن نازل ہوا تھا ویسا ہی آج بھی ہے اور کسی بھی طرح کے ردّوبدل سے قیامت تک پاک رہے گا۔

۴۔ رسولوں پر ایمان لانا، یہ اس طور پر ہو کہ وہ اللہ کے بندے اور سچے رسول ہیں اور ہر نافرمانی سے پاک اور معصوم ہیں، جنھیں اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کی طرف ہدایت کے لیے بھیجا ہے، وہ تمام مخلوقات سے افضل ہیں اور ان میں بعض انبیا ورسل بھی بعض سے افضل ہیں۔

ہماری ظاہری اور باطنی زندگی میں ان تمام چیزوں پر ایمان لانا اسی قدر ضروری ہے جس قدر زندہ رہنے کے لیے سانس لینا ضروری ہے۔ اس کے ساتھ ہی یہ بات بھی ذہن میں رہے کہ اللہ تعالیٰ کی بندگی ہی زندگی کا اصل مقصد ہے، کیونکہ یہی وہ ذریعہ ہے جس سے ایک بندہ اپنے معبود کی

معرفت حاصل کرتا ہے اور دنیا وآخرت میں فلاح وکامرانی پاتا ہے، چنانچہ دنیا میں جتنے بھی انبیاومرسلین تشریف لائے سبھوں نے اللہ وحدہ لاشریک پر ایمان لانے کے ساتھ ساتھ اس کی عبادت وبندگی پر ہمیشہ زور دیا۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَمَا أَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رَّسُولٍ إِلَّا نُوحِي إِلَيْهِ أَنَّهُ لَا إِلٰهَ إِلَّا أَنَا فَاعْبُدُونِ. (انبیا:۲۵)

ہم نے تم سے پہلے کسی رسول کو نہ بھیجا مگر اس وحی کے ساتھ کہ میرے سوا کوئی معبود نہیں پس میری ہی عبادت کرو۔

اللہ تعالیٰ کی بندگی اور عبادت کا مطلب یہ ہے کہ بندہ اپنے دلی لگاؤ اور ربط وتعلق کو ایک اللہ کے لیے خاص کر دے، اسی کو اپنا سب کچھ جانے اور اسی کی بارگاہ سے اپنی ہر حاجت پوری ہونے کی امید رکھے اور دل ودماغ میں صرف اسی کی عظمت وبڑائی کا سکہ جمائے رہے، غیر اللہ کا خیال ہرگز ہرگز نہ آنے دے، زندگی کا کوئی بھی لمحہ اللہ تعالیٰ کی یاد سے غافل نہ رہے۔ اور یہ کیفیت وحالت ایک مومن کے اندر اُسی وقت پیدا ہوسکتی ہے جب اُس کے دل اور دماغ پر یہ چھا جائے کہ حقیقت میں تمام طرح کی عظمت وکبریائی اور حاکمیت صرف اللہ تعالیٰ کے لیے ہے، اس کے سوا کوئی شئے توجہ کے قابل نہیں، گویا زندگی کے ہر شعبے میں اللہ ہی اللہ پیش نظر رہے۔

اب اگر کوئی مسلمان چاہتا ہے کہ اس کا تعلق حقیقت میں اللہ تعالیٰ سے ہمیشہ جڑا رہے تو وہ اس صفت سے آراستہ ہو جائے جو ایک مومن کی شان اور سچے ایمان کی علامت ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَتَّخِذُ مِنْ دُونِ اللّٰهِ أَنْدَادًا يُحِبُّونَهُمْ كَحُبِّ اللّٰهِ وَالَّذِينَ آمَنُوا أَشَدُّ حُبًّا لِلّٰهِ.

(بقرہ:۱۶۵)

کچھ لوگ اللہ کے سوا دوسرے کو معبود بنا لیتے ہیں اور انھیں اللہ تعالیٰ کی طرح محبوب رکھتے ہیں جبکہ ایمان والوں کے دلوں میں اللہ تعالیٰ کے برابر کسی کی محبت نہیں۔

جب انسان کے دل میں اس قدر محبت پیدا ہو جاتی ہے کہ وہ ساری چیزوں سے زیادہ اللہ تعالیٰ سے محبت کرنے لگتا ہے تو وہ اپنا سب کچھ بھلا دیتا ہے، نہ اُسے اپنے مال کی فکر ہوتی ہے اور نہ ہی اپنی زندگی اور جان کا ہوش، کیونکہ وہ محبوب پر اپنا سب کچھ قربان کر دینے کو ہی اپنے لیے فخر سمجھتا ہے۔

اللہ تعالیٰ سے رشتہ اور تعلق جوڑنا آسان کام تو نہیں ہے لیکن جس پر فضل الٰہی ہو جائے اس کے لیے کوئی مشکل بات بھی نہیں، مگر ہاں! اس کے لیے ایمانی افکار اور اچھے اعمال کی سخت ضرورت ہوتی ہے۔

ا۔ایمانی افکار کی صورتیں

ا۔ بندہ غور وفکر سے کام لے اور کائنات کے ہر ذرّے میں خواہ پوشیدہ نشانیاں ہوں یا ظاہر، ان سب کے بارے میں سوچے اور سمجھے، یہاں تک کہ وہ غور وفکر کے سبب اللہ تعالیٰ سے اپنا تعلق مضبوط کر لے یا پھر ایک ذمے دار کی حیثیت سے

وہ اپنے انجام کے لیے فکرمند ہو جائے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَيَتَفَكَّرُوْنَ فِي خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ رَبَّنَا مَا خَلَقْتَ هٰذَا بَاطِلًا سُبْحَانَكَ فَقِنَا عَذَابَ النَّارِ.

(آل عمران:۱۹۱)

آسمانوں اور زمین کی پیدائش میں غور کرتے ہیں، یا اللہ! تو نے یہ بیکار نہ بنایا، تیری ذات ہر نقص اور ہر عیب سے پاک ہے، تو ہمیں دوزخ کے عذاب سے محفوظ فرما۔

۲۔ بندہ خود اپنی ذات اور وجود کے بارے میں برابر سوچتا رہے کہ اللہ تعالیٰ نے اُسے ایک حقیر پانی سے پیدا کیا ہے اور اپنی قدرت سے اس کے اندر گوناگوں خوبیاں رکھی ہیں، اس کے جسم کو قیمتی اعضا سے آراستہ اور پیراستہ کیا اور اچھی بری باتوں میں تمیز کرنے کے لیے دل اور دماغ جیسی انمول نعمت عطا کی ہے، اسی پر بس نہیں بلکہ صبح سے لے کر شام تک بندے پر وہ طرح طرح کی نعمتوں کی بارش بھی کرتا رہتا ہے اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ پوری کائنات بندوں کے عیش وعشرت کے سامان اکٹھا کرنے میں لگی ہوئی ہے۔

اللہ تعالیٰ کی نعمتوں میں صرف تجارت، مال ودولت، آل اولاد، عالی شان محلات اور زندگی کے ٹھاٹ باٹ کا ہی شمار نہیں بلکہ یہ سب نہ ہوتے ہوئے بھی انسان کے پاس ہاتھ، کان، ناک، آنکھ اور پاؤں جیسی بہترین نعمتیں ہیں۔ جو انسان صرف آدھا پیٹ کھاتا ہے یا بھوکا رہتا ہے وہ بھی اللہ تعالیٰ کی نعمتوں سے محروم نہیں ہے، کیونکہ وہ پانی تو پیتا ہے جو رب کا قیمتی انعام ہے۔

لیکن ان تمام طرح کے انعامات اور نعمتیں دینے کے باوجود اللہ تعالیٰ ہم سے کوئی قیمت یا معاوضہ طلب نہیں کرتا یہ بات ایک مومن بندے کے پیش نظر ہمیشہ رہنی چاہیے، اس کے برخلاف دنیا کا کوئی حاکم یا بادشاہ اگر کسی پر کوئی انعام کرتا ہے تو اس وقت تک اُسے نہیں چھوڑتا جب تک کہ اس کی طاقت کے مطابق بھرپور کام نہ لے لے۔

۲۔اچھے اعمال کی صورتیں

ا۔ عبادات کو خلوص ومحبت کے ساتھ ادا کرنا جو ایمان کی پہچان ہیں، مثلاً نماز، روزہ، زکوۃ، حج وغیرہ، اس لیے کہ توحید و رسالت پر ایمان کے ساتھ اِن کی ادائیگی بھی ضروری ہے۔ نماز کے ذریعے بندہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں باریابی حاصل کرتا ہے۔ روزے میں بندہ کھانے پر قدرت رکھتے ہوئے صرف اللہ کی خوشنودی کی خاطر بھوکا پیاسا رہتا ہے۔ زکوۃ میں بندہ اپنا وہ مال جو دنیا کی نگاہوں سے چھپاتا پھرتا ہے اور بڑی حفاظت سے رکھتا ہے، لیکن اللہ کی رضا کے لیے اُسے خرچ کرنے میں ذرہ برابر بھی پیچھے نہیں ہٹتا۔ حج کے لیے بندہ نہ صرف اپنے گھر بار اور اہل وعیال سے دور جاتا ہے بلکہ مال ودولت خرچ کرنے کے علاوہ جسمانی دقّت اور پریشانی بھی اٹھاتا ہے تو صرف اسی لیے کہ اُسے اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل ہو جائے۔

۲۔ تلاوت قرآن کر کے بھی بندہ اللہ تعالیٰ کی رضا سے قریب ہو سکتا ہے جس کے ایک ایک حرف پر دس دس نیکیاں ملتی ہیں اور جس کی تلاوت سے دلوں کا زنگ دور ہوتا ہے۔

۳۔ ذکر واذکار اور تسبیح وتہلیل کے ذریعے بھی انسان اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کر سکتا ہے، خود اللہ تعالیٰ نے زیادہ سے

زیادہ ذکر کرنے کا حکم دیا ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

یَا أَیُّھَا الَّذِینَ آمَنُوا اذْکُرُوْا اللّٰہَ ذِکْرًا کَثِیرًا.

(احزاب،۴۱)

ترجمہ: اے ایمان والو! اللہ کو خوب خوب یاد کرو۔

ذکر کے کچھ مخصوص کلمات بھی ہیں جیسے:

سُبْحَانَ اللّٰہِ، اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ، لَاحَوْلَ وَلَاقُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ، سُبْحَانَ اللّٰہِ وَبِحَمْدِہٖ، اَللّٰہُ اَکْبَرُ، مَاشَاءَ اللّٰہ.

جنھیں ہمہ وقت وردِ زبان رکھا جا سکتا ہے۔

خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم کثرت سے ذکر کیا کرتے تھے، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان فرماتی ہیں:

کَانَ رَسُولُ اللّٰہِ صَلیَّ اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَذْکُرُ اللّٰہَ عَلٰی کُلِّ اَحْیَانِہٖ. (صحیح مسلم)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیشہ اللہ تعالیٰ کے ذکر میں مشغول رہتے تھے۔

۴۔ اللہ تعالیٰ کے احکام کو تسلیم کرنا یعنی جن چیزوں کے کرنے کا حکم اللہ نے دیا ہے بندہ انھیں بجالائے، اس لیے کہ ان احکام کا بجالانا بھی اللہ تعالیٰ سے تعلق اور قرب حاصل کرنے کا اہم ذریعہ ہے اور جن چیزوں سے اللہ تعالیٰ نے رکنے کا حکم دیا ہے بندہ اُن سے دور ہو جائے، کیونکہ نافرمانی کی صورت میں بندے کے دلوں میں کالا دھبہ پڑ جاتا ہے اور بندہ اللہ تعالیٰ سے دور ہو جاتا ہے۔

لیکن اللہ تعالیٰ کا کرم دیکھیے کہ بندے کو خود سے تعلق بنانے اور قریب کرنے کے لیے فرماتا ہے:

تُوْبُوْا اِلَی اللّٰہِ تَوْبَۃً نَصُوْحاً. (تحریم:۸)

یعنی اللہ تعالی کی بارگاہ میں سچے دل سے توبہ کرلو، اللہ معاف فرمادے گا اور اپنی رضا سے قریب بھی کرلے گا، کیونکہ وہ توبہ کرنے والے کو پسند فرماتا ہے۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو ہمیشہ اپنی رضا سے قریب رکھے اور نیکوں کی صحبت میں اٹھنے بیٹھنے کی توفیق بخشے۔ (آمین)

☆☆☆

مضمون نگاروں سے گزارش

۱۔ مضامین صاف تحریر میں بھیجیں، اگر کمپوز شدہ ہوں تو بہتر ہے۔
۲۔ مضامین میں قرآن و احادیث سے حوالہ دینے کا خاص اہتمام کریں۔
۳۔ مضامین میں آسان اور عام فہم زبان کا استعمال کریں۔
۴۔ دعوتی اور اصلاحی پہلو کا خاص خیال رکھیں۔
۵۔ مضمون لکھتے وقت ہمیشہ مثبت رویہ پیش نظر رکھیں۔
۶۔ حکمت اور موعظت حسنہ کے ساتھ اپنی بات رکھیں۔
۷۔ مضامین دو صفحات سے کم اور تین صفحات سے زیادہ نہ ہوں۔
۸۔ مضامین بھیجنے کے لیے رابطہ یا میل کریں:

E-mail: khizrerah@gmail.com
09910865854 / 09794364306

فخر الزماں نورانی

حسن اعتقاد اور حسن عمل

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

وَتَعَاوَنُوْا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوٰى وَلَا تَعَاوَنُوْا عَلَى الْإِثْمِ وَالْعُدْوَانِ. (مائدہ:۲)

ترجمہ: نیکی اور پرہیز گاری میں ایک دوسرے کی مدد کرو اور گناہ وظلم کے لیے باہمی مدد نہ کرو۔

اس آیت کے پہلے حصے میں نیکی اور پرہیز گاری کا حکم دیا گیا ہے جبکہ دوسرے حصے میں گناہ اور ظلم سے بچنے کی تاکید کی گئی ہے۔

انسان جب تک اپنے اندر طاعت و احسان کی حس بیدار نہ کرے اس وقت تک ایک دوسرے کی آپسی مدد مشکل ہے، جیسے ہمیں غریب کو کچھ مال دینا ہے اور ہم اپنے آپ کو ہی غریب سمجھے بیٹھے ہیں تو ایسی صورت میں نہ کسی کی مدد ہو سکتی ہے اور نہ کسی کے ساتھ حسن عمل، یا اگر کوئی مسافر ہے جو کھانا اور کرایے دونوں کا محتاج ہے تو ہم نہ اُسے کھانا کھلا سکتے ہیں اور نہ کرایے کے لیے پیسے فراہم کرا سکتے ہیں، یا ہمارے پاس جسمانی قوت ہے اور دوسروں کو جسمانی مدد کی ضرورت ہے لیکن ہمیں اس کا احساس نہیں تو ہم اس کی مدد اور تعاون نہیں کر سکتے۔ مگر جیسے ہی ہمارے دل کے اندر احسان اور حسن عمل کا احساس پیدا ہوگا ہم دوسروں کی مدد کے لیے آگے آئیں گے۔

اللہ تعالیٰ نے اسی خرابی، کاہلی اور بے حسی کو ختم کرنے کے لیے عام مسلمانوں کو حکم دیا ہے کہ تم آپس میں نیکی اور پرہیز گاری پر ایک دوسرے کی مدد کرو، تاکہ نیکی اور حسن عمل کے سبب آپس کی دشمنی دور ہو اور سماج اور معاشرے میں امن و امان کا ماحول قائم ہو۔

نیکی و اطاعت سے ہے پُر بِرّ کی حقیقت
جو حسنِ اعتقاد ہے اور حسنِ عمل ہے

بِرّ کا معنی

بِرّ کا معنی نیکی، بھلائی، احسان اور حسن سلوک ہے، یہاں بِرّ میں اعتقادی اور عملی دونوں قسم کی نیکیاں داخل ہیں۔

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

لَيْسَ الْبِرَّ أَنْ تُوَلُّوْا وُجُوهَكُمْ قِبَلَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ وَلٰكِنَّ الْبِرَّ مَنْ آمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ وَالْمَلَائِكَةِ وَالْكِتَابِ وَالنَّبِيِّيْنَ وَآتَى الْمَالَ عَلٰى حُبِّهٖ ذَوِي الْقُرْبٰى وَالْيَتَامٰى وَالْمَسَاكِيْنَ وَابْنَ السَّبِيْلِ وَالسَّائِلِيْنَ وَفِي الرِّقَابِ وَأَقَامَ الصَّلَاةَ وَآتَى الزَّكَاةَ وَالْمُوْفُوْنَ بِعَهْدِهِمْ إِذَا عَاهَدُوْا وَالصَّابِرِيْنَ فِي الْبَأْسَاءِ وَالضَّرَّاءِ وَحِيْنَ الْبَأْسِ أُولٰئِكَ الَّذِيْنَ صَدَقُوْا وَأُولٰئِكَ هُمُ الْمُتَّقُوْنَ. (بقرہ:۱۷۷)

ترجمہ: تمہارے چہروں کا پورب اور پچھم کی جانب پھیر لینا نیکی نہیں ہے، بلکہ نیکی یہ ہے کہ اللہ اور آخرت اور فرشتے اور کتاب اور انبیا پر ایمان رکھے اور اللہ کی رضا کے لیے رشتہ داروں اور یتیموں اور مسافروں اور منگتوں اور قیدیوں کو آزاد کرانے کے لیے مال خرچ کرے اور نماز قائم کرے اور زکوۃ ادا کرے اور جب وعدہ کرے تو پورا کرے، اور دکھ اور تکلیف میں صبر کرے، اور جب استطاعت والا ہو تو اللہ کی راہ میں صدقہ کرے، یہی لوگ حقیقت میں اللہ سے ڈرنے والے ہیں۔

بغور دیکھا جائے تو اس آیت کے تین حصے ہیں:

۱۔ اس میں اللہ، آخرت، فرشتے، کتاب اور انبیا و مرسلین پر ایمان لانے کا بیان ہے، یہ تمام امور عقائد سے متعلق ہیں۔

۲۔ اس میں اللہ رب العزت کی رضا اور خوشنودی حاصل کرنے کے لیے رشتہ داروں، یتیموں، مسافروں، مانگنے والوں اور قیدیوں کی مدد کرنے کا بیان ہے جسے سماج اور معاشرے کی تعمیر و تشکیل میں روح کی حیثیت حاصل ہے۔

۳۔ اس میں بدنی عبادت یعنی نماز قائم کرنے اور مالی عبادت یعنی زکوۃ ادا کرنے کا بیان ہے، یہ دونوں عبادتیں اللہ کی رضا سے قریب ہونے کا اہم ذریعہ ہیں۔

تو اب تَعَاوَنُوا عَلَی الْبِرِّ وَالتَّقْوٰی کا معنی یہ ہوا کہ پہلے ان مذکورہ بارہ امور کی پابندی کی جائے یعنی اللہ و رسول، تمام فرشتے، انبیا و مرسلین اور تمام آسمانی کتابوں پر مکمل ایمان ہو، اور رشتہ دار، مسکین، یتیم، منگتے، مسافر اور قیدی کے ساتھ، نیکی اور بھلائی کا سلوک ہو، پھر نماز قائم کرے، زکوۃ دے اور اس کے بعد دوسروں کو ان چیزوں پر عمل کرنے کا حکم کرے یا اگر ان سب پر عمل پیرا ہو تو اس سلسلے میں مزید ان کی مدد کی جائے۔

وَاٰتَی الْمَالَ عَلٰی حُبِّہٖ

اس سے مراد یہ ہے کہ اللہ کی محبت میں مال خرچ کیا جائے یا مال کی محبت کے باوجود محض اللہ کی رضا کے لیے ضرورت مندوں کی مدد کی جائے۔

ذوی القربی: اس سے مراد یا تو خاندانی غریب رشتہ دار ہیں یا وہ نیک بندے جو اللہ کی رضا سے قریب ہیں۔

یتیم: اس سے مراد وہ چھوٹے چھٹے بچے ہیں جن کے ماں باپ انتقال کر چکے ہوں، ان کے پاس کوئی ذریعہ معاش نہ ہو، نہ ان کا کوئی کفیل ہو۔

مسکین: اس سے مراد وہ لوگ ہیں جن کے پاس کھانے پینے کا سامان موجود نہ ہو، حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ مسکین وہ گشت کرنے والا فقیر نہیں ہے جس کو تم ایک دو لقمے یا ایک دو کھجور دے دو، بلکہ مسکین وہ شخص ہے جو مالداری کی کوئی چیز نہ رکھتا ہو اور نہ کوئی اس کی غربت کو جان سکے تا کہ اس کو صدقہ دے۔

مسافر: مسافر سے وہ شخص مراد ہے جس کا سامان سفر ختم ہو گیا ہو اور منزل تک پہنچنے کے لیے اس کے پاس کوئی ذریعہ موجود نہ ہو

سائل: اس سے مراد وہ اشخاص ہیں جو عام بھیک مانگنے والے ہوتے ہیں۔

رقاب: اس سے مراد وہ لوگ ہیں جو کسی کی قید یا غلامی میں ہوں، انھیں آزاد کرنا بھی رضائے الٰہی کا سبب ہے۔

نماز : اس سے مراد یہ ہے کہ بندہ تمام ارکان کے ساتھ مقررہ وقتوں پر رکوع اور سجدوں میں خشوع وخضوع کے ساتھ یکسو ہوکر نماز ادا کرے۔

زکوۃ: اس سے مراد یہ ہے کہ ہر صاحب نصاب (ساڑھے سات تولہ سونا یا ساڑھے باون تولہ چاندی یا ان دونوں میں سے کسی ایک کی قیمت کا مالک) سال بھر میں ایک بار ڈھائی فیصد اللہ کی راہ میں خرچ کرے۔

موفون :اس سے مراد یہ ہے کہ اپنے وعدے کا پورا کرنے والا ہو، کیونکہ وعدہ نہ پورا کرنا بھی گناہ ہے۔

صابر :اس سے مراد یہ ہے کہ صبر کرنا بھی نیکی ہے، اس لیے کتنی ہی مصیبت کیوں نہ آجائے، ہر حال میں صبر سے کام لے اور اللہ تعالیٰ پر بھروسہ رکھے۔

جو شخص محض رضائے الٰہی کے لیے ان تمام چیزوں پر پابندی سے عمل کرے گا اور اللہ کا ہر حکم بجالائے گا ان کا شمار یقیناً اللہ رب العزت کے نیک بندوں میں ہوگا۔

اللہ ہم سب کو ان چیزوں کا پابند بنائے اور نیکوں میں شامل کرے۔(آمین بجاہ سید المرسلین)

☆☆☆

شاہی پروڈکٹس

(کول آئل، ہیرٹانک، شاہی ہربل صابن، ٹوتھ پاؤڈر، روغن اسود، سفوف کشنیز)

مندرجہ ذیل ایجنسیوں سے حاصل کریں:

حافظ سرفراز، دھاراوی، ممبئی-17
موبائل:09323861303

خانقاہ نعمتی، مٹیا برج، کولکاتہ
موبائل:09831746380

دھلی آفس:47/14: فرسٹ فلور، ایچ بلاک، بٹلہ ہاؤس، اوکھلا، نئی دہلی-110025

Mob: 09899156384 / 9910865854

امام الدین سعیدی

دنیاوی زندگی کی حقیقت

اللہ رب العزت نے انسان کے لیے یہ خوبصورت دنیا بنائی، اس میں اس کی زندگی کی تمام ضرورتوں کا سامان فراہم کیا، بھوک کی تسکین کے لیے طرح طرح کی غذاؤں کا انتظام کیا، پیاس بجھانے کے میٹھے اور صاف پانی مہیا فرمایا غرضیکہ اس کی ہر راحت و آسائش کے اسباب کا اہتمام اس کے آنے سے پہلے ہی کر دیا اور انسانوں کو زندگی کی ہزار نعمتیں عطا کیں۔

اب سوال یہ ہے کہ کیا انسانی زندگی کا آغاز اسی دنیا سے ہوا؟ یا اس سے پہلے بھی ہو چکا ہے؟ تو اس تعلق سے لوگوں میں مختلف نظریات اور افکار پائے جاتے ہیں مگر ایک مومن کا اعتقاد یہ ہے کہ یہ دنیاوی زندگی انسانی تخلیق کی ابتدا نہیں بلکہ ہمارا وجود اس سے پہلے ہی ہو چکا ہے، ہمیں یہاں چندروزہ زندگی دی گئی ہے اور اس دنیاوی زندگی کی حقیقت بھی یہی ہے کہ یہ چند لمحوں کا سفر ہے ہمارا مقصود و مطلوب نہیں، بقول ڈاکٹر اقبال:

تو اسے پیمانۂ امروز و فردا سے نہ ناپ
جاوداں پیہم رواں ہر دم جواں ہے زندگی

قرآن کریم میں دنیاوی زندگی کی حقیقت کو اجاگر کرتے ہوئے مختلف مقامات پر اللہ رب العزت نے ہمیں خبردار کیا ہے اور وضاحت وصراحت کے ساتھ اس کی ناپائیداری، بے وقعتی اور آخرت کے مقابلے اس کی کمتری کا ذکر بھی کیا ہے۔

ارشاد ربانی ہے: فَمَا مَتَاعُ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا فِي الْآخِرَةِ إِلَّا قَلِيلٌ. (برأت:۳۸)

ترجمہ: دنیاوی زندگی آخرت کے مقابلے نہایت کم ہے۔

کہیں پر اس کی بے ثباتی کو یوں واضح کیا گیا ہے:

اعْلَمُوا أَنَّمَا الْحَيَاةُ الدُّنْيَا لَعِبٌ وَلَهْوٌ وَزِينَةٌ وَتَفَاخُرٌ بَيْنَكُمْ وَتَكَاثُرٌ فِي الْأَمْوَالِ وَالْأَوْلَادِ كَمَثَلِ غَيْثٍ أَعْجَبَ الْكُفَّارَ نَبَاتُهُ ثُمَّ يَهِيجُ فَتَرَاهُ مُصْفَرًّا ثُمَّ يَكُونُ حُطَامًا وَفِي الْآخِرَةِ عَذَابٌ شَدِيدٌ وَمَغْفِرَةٌ مِّنَ اللَّهِ وَرِضْوَانٌ وَمَا الْحَيَاةُ الدُّنْيَا إِلَّا مَتَاعُ الْغُرُورِ. (حدید:۲۰)

ترجمہ: خوب جان لو کہ دنیا کی زندگی صرف کھیل تماشہ زینت اور آپس میں فخر وغرور اور مال اولاد میں ایک دوسرے سے اپنے آپ کو زیادہ بتلانا ہے، جیسے بارش اور اس کی پیداوار کسانوں کو اچھی معلوم ہوتی ہے پھر جب وہ خشک ہو جاتی ہے تو زرد رنگ میں اس کو تم دیکھتے ہو پھر وہ بالکل چورا چورا ہو جاتی ہے اور آخرت میں سخت عذاب اور اللہ کی مغفرت اور رضا مندی ہے اور دنیا کی زندگی چھل کے سامان کے سوا اور کچھ بھی نہیں ہے۔

آخرت کو ابدی اور سراپا خیر اور دنیا کو ایک کھیل و تماشا

بتاتے ہوئے اللہ رب العزت فرماتا ہے:

وَمَا الْحَيَاةُ الدُّنيَا إِلَّا لَعِبٌ وَلَهْوٌ وَلَلدَّارُ الْآخِرَةُ خَيْرٌ لِّلَّذِينَ يَتَّقُونَ أَفَلَا تَعْقِلُونَ. (انعام:۳۲)

ترجمہ: دنیاوی زندگی محض ایک کھیل اور تماشا ہے اور جو خوف رکھتے ہیں تو ان کے لیے آخرت کا ہی گھر بہتر ہے، کیا تم اتنی بات بھی نہیں سمجھتے۔

قرآن کریم ان لوگوں کی سخت مذمت بیان کرتا ہے جو دنیاوی زندگی کو آخرت پر ترجیح دیتے ہیں، ارشاد ربانی ہے:

إِنَّ الَّذِينَ لَا يَرْجُونَ لِقَاءَنَا وَرَضُوا بِالْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَاطْمَأَنُّوا بِهَا وَالَّذِينَ هُمْ عَنْ آيَاتِنَا غَافِلُونَ أُولَٰئِكَ مَأْوَاهُمُ النَّارُ بِمَا كَانُوا يَكْسِبُونَ. (یونس:۷-۸)

ترجمہ: جو لوگ ہم سے ملنے کی توقع نہیں رکھتے اور وہ دنیاوی زندگی میں مگن ہیں اور اسی حالت پر مطمئن ہیں اور جو ہماری نشانیوں سے غافل ہیں ان سب کا ٹھکانہ جہنم ہے ان کے کیے ہوئے کام کا بدلہ۔

ایک مقام پر ایسے لوگوں سے دور رہنے کا حکم دیا گیا ہے جن کا مقصود صرف دنیاوی زندگی ہے۔

اللہ رب العزت فرماتا ہے:

فَأَعْرِضْ عَن مَّن تَوَلَّىٰ عَن ذِكْرِنَا وَلَمْ يُرِدْ إِلَّا الْحَيَاةَ الدُّنْيَا ذَٰلِكَ مَبْلَغُهُم مِّنَ الْعِلْمِ. (نجم:۲۹)

ترجمہ: ایسے لوگوں سے بچئے جو ہمارے ذکر سے دور ہیں اور ان کا مقصود صرف دنیاوی زندگی ہے ان کے علم کی رسائی بھی دنیا ہی تک ہے۔

قرآنی تعلیم، مادی فلسفوں سے بالکل الگ ہے، الوگوں کا اس بات پر اصرار ہے کہ دنیاوی زندگی ہی سب کچھ ہے جس کی فکر اور اہتمام میں مشغول رہنا، اس کو زیادہ سے زیادہ آرام دہ اور پرکشش بنانا اہم اور پسندیدہ مقصد ہے۔

وہ نقطۂ نظر جو قرآن دنیاوی زندگی کے بارے میں بیان کرتا ہے وہ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک اقوال میں پوری طرح نمایاں اور موجود ہے۔

چنانچہ آپ اکثر یہ فرمایا کرتے تھے۔

اَللّٰهُمَّ لَا عَيْشَ اِلَّا عَيْشَ الْاٰخِرَةِ.

(صحیح بخاری: کتاب الرقاق)

ترجمہ: اے اللہ! زندگی تو آخرت کی ہی زندگی ہے یعنی ہماری آخرت کی زندگی کو بہتر بنا۔

حضرت مستور بن شداد رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا:

وَاللّٰهِ مَا الدُّنْيَا فِي الْاٰخِرَةِ اِلَّا مِثْلَ مَا يَجْعَلُ اَحَدُكُمْ اِصْبَعَهُ فِي الْيَمِّ فَلْيَنْظُرْ بِمَ يَرْجِعُ.

(صحیح مسلم: کتاب الزہد)

ترجمہ: اللہ کی قسم دنیا، آخرت کے مقابلے اتنی ہی ہے جیسے تم میں سے کوئی اپنی انگلی سمندر میں ڈالے پھر دیکھے کہ کتنا پانی آتا ہے۔

حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے

کہ ایک بار آپ چٹائی پر آرام فرما تھے اور آپ کے جسم اقدس پر چٹائی کا نشان واضح تھا میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! اگر آپ حکم دیں تو چٹائی پر کچھ بچھا دیا جائے، اس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

مجھے دنیا سے کیا کام، میری اور دنیا کی مثال اس سوار کی طرح ہے جو کسی درخت کے سایے میں تھوڑی دیر کے لیے ٹھہرے اور پھر اس کو چھوڑ کر اپنی راہ لے لے۔

(ترمذی، ابن ماجہ)

صحابہ کرام رضی اللہ عنہ کا بھی یہی حال تھا کہ ان کی زندگی کا کوئی لمحہ آخرت سے غافل نہ تھا وہ دنیا سے کس قدر بے زار تھے اس سلسلے میں مولائے کائنات حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کی کیفیت دیکھئے۔

حضرت ابو صالح رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت معاویہ بن سفیان رضی اللہ عنہ نے حضرت ضرار بن ضمرہ رضی اللہ عنہ سے فرمائش کی کہ وہ حضرت علی کے کچھ احوال بیان کریں، بے حد اصرار کے بعد ان کے کچھ احوال بیان کیے، انھیں میں سے ایک حالت یہ بھی تھی کہ وہ آدھی رات کو مصلّی پر کھڑے ہو کر ایک غمزدہ انسان کی طرح روتے اور یہ الفاظ کہا کرتے:

اے دنیا! کیا تو میرا راستہ روکنا چاہتی ہے یا مجھ کو لبھانا چاہتی ہے۔ یہ دھوکہ کسی اور کو دے میں نے تجھے تین طلاقیں دے دی ہیں جس کے بعد رجعت کا سوال ہی نہیں، تیری عمر بہت مختصر، تیری زندگی نہایت حقیر اور تیرا خطرہ بہت بڑا ہے۔ آہ! زادِ راہ کم ہے، سفر طویل ہے اور راستہ وحشت ناک ہے۔

(صفۃ الصفوۃ جوزی)

یہ ہے اس دنیاوی زندگی کی حقیقت اور حیثیت، جس کو بہتر سے بہتر سے بنانے کے لیے آج مسلمانوں کا یہ حال ہو گیا ہے کہ وہ اپنی ساری کوشش اور توانائی اسی پر صرف کر رہا ہے اور آخرت جو اصل زندگی ہے اس سے یکسر غافل ہے، اس کی ظاہری چمک دمک میں اپنے کو گم کر دیا ہے اور حقیقت حال سے نا آشنا نظر آتا ہے۔

اس کی بڑی خوبصورت ترجمانی داعی اسلام شیخ ابوسعید شاہ احسان اللہ محمدی ادام اللہ ظلہ علینا نے کی ہے، یہ اشعار ملاحظہ ہو:

بہت دل بستگی اس سے نہ کرئے
جہان رنگ وبو وہم وگماں ہے
میرا گھر عالم لاہوت میں ہے
یہاں چند روز کا مہمان ہوں میں

☆☆☆

برے دوست سے بچو

حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

برے دوستوں سے بچو کہیں ایسا نہ ہو کہ وہ تمہاری پہچان بن جائیں۔

محمد نوازش

اچھے اخلاق اپنائیے اور برے اخلاق سے پرہیز کیجئے

حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ مجھ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اتَّقِ اللّٰهَ حَيْثُمَا كُنْتَ، وَأَتْبِعِ السَّيِّئَةَ الْحَسَنَةَ تَمْحُهَا، وَخَالِقِ النَّاسَ بِخُلُقٍ. (ترمذی،معاشرۃ الناس)

اللہ تعالیٰ سے ڈرو جہاں کہیں بھی رہو اور برائی کے بعد نیکی کرلو، تاکہ وہ نیکی، برائی کو مٹا دے اور لوگوں کے ساتھ خوش خلقی کا معاملہ کرو۔

یہ ایک اہم حدیث مبارکہ ہے جس میں خاتم الانبیاء حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے امت کی بہترین اصلاح فرمائی ہے۔اس میں سب سے پہلے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے خوف کے متعلق فرمایا کہ انسان جہاں کہیں اور جس حالت میں بھی ہو، امیر ہو یا مفلس، با اختیار ہو یا کمزور، رات کی تاریکی میں ہو یا دن کی روشنی میں،تنہائی میں ہو یا مجمع میں،اسے ہمیشہ اللہ تعالیٰ کی عظمت کا پاس ولحاظ رکھنا چاہیے۔یہی چیز اسے ہر قسم کے ظلم وزیادتی اور ذلت وپستی یا دوسری قسم کے گناہوں سے محفوظ رکھے گی اور اللہ تعالیٰ کی رضا سے بھی قریب کرے گی، یہاں تک کہ وہ اللہ کا محبوب ترین بندہ بھی بن سکتا ہے،اگر بدقسمتی سے انسان سے کوئی برائی سرزد ہوبھی جائے تو وہ اللہ تعالیٰ کی رحمت سے مایوس نہ ہو،فوراً اس گناہ کی تلافی کی فکر کرے۔

اس کی بہترین شکل بھی سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے بتادی ہے، وہ یہ ہے کہ توبہ واستغفار کے ساتھ ایسا نیک عمل بھی کرے جس سے اس گناہ اور برائی کے اثرات اس کے دل و دماغ سے زائل ہو جائیں اور اس کی زندگی گناہ کی آلودگیوں سے پاک ہو جائے، یہ چیز اللہ تعالیٰ کی رحمت کو اس کی طرف متوجہ کرنے میں بے حد مؤثر ثابت ہوگی۔

پھر جس طرح اللہ تعالیٰ کا یہ خاص حق ہے کہ بندہ ہر مقام پر اور ہمیشہ اللہ تعالیٰ کو یاد رکھے اور اس کی طرف سے غافل نہ ہو،اسی طرح اللہ تعالیٰ کے بندوں کا بھی اس پر حق ہے کہ ان کے ساتھ جو بھی معاملہ کرے اس میں حسن اخلاق کو ہمیشہ اپنے پیش نظر رکھے۔یہ چیز اللہ کی رضا سے قریب کرنے کے ساتھ مخلوقات میں ہمیں ایک دوسرے سے ممتاز بھی کرتی ہے اور ساتھ ہی ہمارے لیے یہ ایک کسوٹی کا کام بھی کرتی ہے جس کے ذریعے ہم اپنے آپ کو جانچ پرکھ سکتے ہیں کہ ہم کس طرح کے آدمی ہیں،خودغرض، مغرور، پست دماغ یا عالی ظرف اور بلند کردار۔

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی تعلیمات میں ایمان کے بعد جن چیزوں پر بہت زیادہ زور دیا ہے اور جن چیزوں پر انسان کی سعادت کو موقوف بتلایا ہے ان میں ایک یہ چیز بھی ہے کہ آدمی اخلاق حسنہ اختیار کرے اور برے اخلاق سے اپنے آپ کو محفوظ رکھے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے جن مقاصد کا ذکر قرآن پاک میں کیا گیا ہے ان میں سے ایک یہ بھی بتایا گیا

ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم دنیا میں کتاب وحکمت کی باتیں بتانے کے ساتھ انسانوں کا تزکیہ کرنے کے لیے بھی بھیجے گئے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: رَبَّنَا وَابۡعَثۡ فِيۡهِمۡ رَسُوۡلًا مِّنۡهُمۡ يَتۡلُوۡ عَلَيۡهِمۡ آيَاتِکَ وَيُعَلِّمُهُمُ الۡكِتَابَ وَالۡحِكۡمَةَ وَيُزَكِّيۡهِمۡ. (بقرہ:۱۲۹)

ترجمہ: اے ہمارے رب! ان میں، انھیں میں سے رسول بھیج، جو اُن کے پاس تیری آیتیں تلاوت کریں، انھیں کتاب و حکمت سکھائیں اور انھیں پاک کریں۔

اس میں تزکیۂ نفس، اخلاق کی اصلاح اور دعوت وتبلیغ کی خاص اہمیت ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی اظہار فرمایا کہ میری بعثت کی اصل غرض اور غایت اخلاق واعمال کے محاسن کی تکمیل ہے، چنانچہ ارشاد نبوی ہے:

إِنَّمَا بُعِثۡتُ لِأُتَمِّمَ مَكَارِمَ الۡأَخۡلَاقِ. (صحیح مسلم)

ترجمہ: میں اخلاق کے محاسن اور خوبیوں کی تکمیل کے لیے مبعوث ہوا ہوں۔

اخلاق درحقیقت فطری جذبات و احساسات کا دوسرا نام ہے، جس کا اظہار انسان کے مختلف اعمال و افعال کے ذریعے ہوتا رہتا ہے۔ ارادہ واختیار اور جذبات واحساسات کے صحیح اور بہترین استعمال سے انسانی زندگی کی نمو ہوتی ہے جس کو ہم مثالی اور پسندیدہ زندگی کہتے ہیں۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک بڑا کارنامہ یہ بھی ہے کہ آپ نے انسانی زندگی کو مختلف اکائیوں میں تقسیم کرنے کے بجائے اسے ایک قرار دیا اور زندگی کے ہر شعبے کے متعلق خواہ اس کا تعلق معاشرت ومعیشت سے ہو یا حکومت و سیاست سے، اخلاق کے صحیح اصول وضوابط بیان فرمائے اور انھیں زندگی میں عملاً کر کے بھی دکھایا اور ان ہی اصولوں پر انسانی سوسائٹی اور صوبہ وریاست کا نظام قائم فرمایا۔

انسان کی زندگی اور اس کے اچھے نتائج میں اخلاق کی بڑی اہمیت ہے، اگر انسان کے اخلاق اچھے ہوں تو اس کی اپنی زندگی بھی قلبی سکون اور خوش گواری کے ساتھ گذرے گی اور دوسروں کے لیے بھی اس کا وجود رحمت اور چین وسکون کا ضامن ہوگا اور اس کے برعکس اگر انسان کے اخلاق برے ہوں تو خود بھی وہ زندگی کے لطف وسرور سے محروم رہے گا اور جن سے اس کا واسطہ اور تعلق ہوگا ان کی زندگی بھی نہایت بدمزہ اور تلخ ہوگی۔

یہ تو دنیا میں خوش اخلاقی اور بد اخلاقی کے وہ نقد نتائج ہیں جن کا ہم اور آپ روزمرہ کی زندگی میں مشاہدہ اور تجربہ کرتے رہتے ہیں لیکن یہ بات بھی یاد رہے کہ مرنے کے بعد والی ابدی زندگی میں بھی ان دونوں کے عبرت آموز نتیجے نکلنے والے ہیں۔

گویا آخرت میں خوش اخلاقی کا نتیجہ ارحم الراحمین کی رضا اور جنت ہے اور بد اخلاقی کا انجام خداوند قہار کا غضب اور دوزخ کی آگ ہے۔

اللہ تعالیٰ ہر امتی کو اس سے محفوظ فرمائے۔ (آمین)

☆☆☆

شاھنواز فاروقی

اللہ کا جلوہ کائنات کے ہر ذرے میں ہے

اللہ تعالیٰ کی نشانیاں اس کائنات میں ہر طرف بکھری ہوئی ہیں، اس لیے انسان کو چاہیے کہ وہ ان پر غور کرے تاکہ اپنے رب کو پہچان سکے اور اس کا قرب حاصل کر سکے، لیکن جدید علوم و فنون خاص کر جدید سائنس کا کمال ہے کہ اس نے کائنات کو مادّے کے ڈھیر اور اس کے پھیلاؤ میں تبدیل کر دیا ہے اور کائناتی مظاہر کی نشانیوں کی اہمیت کافی عرصے سے ختم ہو چکی ہے، کیونکہ جدید دنیا میں آسمان صرف آسمان ہے، وہ کسی چیز کی علامت نہیں ہے، اسی طرح سورج فقط سورج ہے، وہ کسی چیز کی نشانی نہیں۔

شہروں کے پھیلاؤ اور اس کی اہمیت نے جہاں ایک طرف انسانی آبادی میں ایک انقلاب برپا کر دیا ہے تو دوسری جانب شہری زندگی اور شہری تمدن نے انسان کو فطرت کے مظاہر سے تقریباً کاٹ کر رکھ دیا ہے۔ حالانکہ دیکھا جائے تو اس وقت سیر و سیاحت کو غیر معمولی فروغ حاصل ہوا ہے، اکثر لوگ فطری مظاہر کے درمیان تھکن اتارنے اور شہری زندگی کی کوفت دور کرنے کے لیے جاتے بھی ہیں مگر اس میں انھیں فطرت کی کوئی نشانی نظر نہیں آتی۔

اب سوال یہ ہے کہ ہماری تہذیب میں فطری مظاہر کی مذہبی اہمیت اور معنویت کیا ہے؟ اس کا جواب جوش ملیح آبادی کے اس شعر میں موجود ہے:

ہم ایسے اہلِ نظر کو ثبوتِ حق کے لیے
اگر رسول نہ ہوتے تو صبح کافی تھی

یعنی ہمارے سماج میں صبح، حق کی علامت ہے اور جن لوگوں نے سورج کو حقیقی معنوں میں افق پر طلوع ہوتے دیکھا ہے وہ جانتے ہیں کہ سورج ہر روز ایک معجزانہ شان کے ساتھ طلوع ہوتا ہے اور ساتھ ہی اس کی روشنی حق کی طرح لمحہ بہ لمحہ پیش قدمی کرتی ہے، جس کے نتیجے میں اندھیرا باطل کی طرح پست ہو جاتا ہے، یہاں تک کہ سورج کی روشنی ہر طرف پھیل جاتی ہے۔ گویا حق پوری دنیا پر غالب آ جاتا ہے، اگر دوسرے لفظوں میں کہیں تو صبح خدا کے وجود کی ایک بہت بڑی گواہ بن کر سامنے آتی ہے۔ اسی طرح کا ایک شعر ہے:

گھر کو کسی طرح سے سہی لوٹ آئیں گے
خود پر نہیں تو کیا ہے بھروسہ ہے شام پر

شام ہوتی ہے تو پرندے آشیانوں اور انسان اپنے اپنے گھروں کی طرف لوٹتے ہیں، بغور دیکھیں تو گھر ایک اعتبار سے مرکز کا استعارہ ہے، دوسرے اعتبار سے سلامتی کی علامت ہے اور تیسرے اعتبار سے اس میں حصار کا مفہوم پنہاں ہے۔

یہاں سب سے اہم بات یہ ہے کہ مرکز، سلامتی اور حصار بیک وقت روحانی بھی ہے اور جسمانی بھی۔ شام ڈھلتے ہی قدم خود بہ خود گھر کی طرف اٹھنے لگتے ہیں۔ ان معنوں میں شام ایک کائناتی سطح کا تجربہ بن جاتی ہے اور اس میں خود بہ خود ایک ایسی شان پیدا ہو جاتی ہے جس کا تصور خدا کے بغیر ممکن ہی نہیں۔

ایک دوسرا شعر ہے کہ:

سورج کے ڈوبنے سے دل ڈوبتا ہے ایسے
جیسے کہیں پہ لاحق اک شام ہے ہمیں بھی

کہنے کو سورج کا طلوع اور غروب ایک خارجی عمل ہے، لیکن اس عمل میں ایک ایسی تاثیر ہے جو انسان کے قلب پر اثر انداز ہوتی ہے۔ ہر حساس انسان کا تجربہ ہے کہ سورج کے ڈوبنے سے دل بھی ڈوبنے لگتا ہے اور ایسا محسوس ہوتا ہے کہ سورج ظاہر کا دل ہے اور دل باطن کا سورج ہے اور ان دونوں میں ایک ربطِ باہمی ہے۔

یہی وجہ ہے کہ ہماری تہذیب میں دل کو ''دارالحکمت'' یعنی حق کی جلوہ گاہ کہا جاتا ہے۔

اقبال کی شاعری میں فطری مظاہر کی مذہبی معنویت کثرت اور شدت سے پائی جاتی ہے، ان کی مشہورِ زمانہ نظم ''ابر کہسار'' کا ایک بند ہے:

مجھ کو قدرت نے سکھایا ہے دُر افشاں ہونا
ناقہ شاہدِ رحمت کا حدی خواں ہونا
غم زدائے دل افسردہ دہقاں ہونا
رونقِ بزمِ جوانانِ گلستاں ہونا
بن کے گیسو رخِ ہستی پہ بکھر جاتا ہوں
شانہ موجہ صرصر سے سنور جاتا ہوں

اس بند میں ابر کہسار کہہ رہا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے موتی بکھیرنے والا اور اپنی رحمت کی روشنی کا حدی خواں بنایا ہے۔ اس شعر نے پہاڑ پر چھائے ہوئے بادل کو ماورائی جہت عطا کر دی ہے اور بند کے آخری شعر میں موجہ صرصر، دستِ خداوندی کی علامت بن کر سامنے آتی ہے۔

اقبال کی ایک نظم ''شمع اور پروانہ'' بھی ہے۔ اس میں شمع سے پروانے کے تعلق پر اس طرح روشنی ڈالی گئی ہے:

گرنا ترے حضور میں اِس کی نماز ہے
ننھے سے دل میں لذتِ سوز و گداز ہے
کچھ اس میں جوشِ عاشقِ حسنِ قدیم ہے
چھوٹا سا طُور تُو، یہ ذرا سا کلیم ہے
پروانہ اور ذوقِ تماشائے روشنی
کیڑا ذرا سا اور تمنائے روشنی

اس میں شمع اور پروانہ فطری مظاہر کی دنیا کے معمولی سے کردار ہیں، شمع کو اللہ تعالیٰ کے جمال کا ایک مظہر قرار دیا گیا ہے تو پروانے کو چھوٹا سا کلیم کہہ کر اسے پیغمبرانہ عظمت کا شریک بنایا گیا ہے۔ انسان اپنی تہذیبی میراث سے جڑا ہو تو وہ اندازہ کر سکتا ہے کہ فطری مظاہر اُسے کہاں سے

کہاں لے جا سکتے ہیں۔

اقبال کی نظم ''انسان اور بزمِ قدرت'' میں بھی مظاہر فطرت کا ذکر آیا ہے:

گل و گلزار ترے خلد کی تصویریں ہیں
یہ سبھی سورۂ والشمّس کی تفسیریں ہیں

ہماری زندگی میں گلزار اور سبزہ زار وغیرہ محض دلکش جگہیں اور گھومنے پھرنے کے مقامات ہیں اور ان میں کوئی عظمت نہیں، لیکن اقبال نے گل وگلزار کو جنت کی یاد دلانے والی چیزیں اور سورۂ والشمّس کی تفسیر بنا کر انسان کے سامنے جلوہ گاہ الٰہی کا پورا نقشہ کھینچ دیا ہے۔

اس تناظر میں دیکھا جائے تو آج فطرت سے دوری انسان کے لیے ایک بڑا المیہ ہے، جب کہ فطرت کے مظاہر میں مذہبیت اس طرح موجود ہے کہ یہ مذہبیت انسان کا مشاہدہ، اس کا تجربہ، اس کا شعور اور اس کا احساس بن جاتی ہے اور انسان اُسے پوری زندگی فراموش نہیں کرسکتا۔

جو لوگ کائنات کو صرف مادّی حقیقت سمجھتے ہیں، فطرت سے دوری ان کے لیے زیادہ نقصان کا باعث نہیں، لیکن دکھ کی بات تو یہ ہے کہ مذہبی لوگ بھی یا تو فطرت سے دور ہوگئے ہیں یا وہ بھی فطری مظاہر کو مادّہ پرستوں کی طرح دیکھنے کے عادی ہوگئے ہیں۔ اس کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ مذہب ہمارے لیے اب کوئی واردات یا تجربہ نہیں ہے بلکہ محض ایک خیال یا تصور بن کر رہ گیا ہے جس سے ذہن کی تسکین ہو جاتی ہے۔ بدقسمتی سے ہم نے صرف ذہن کی تسکین کو پورے وجود کی تسکین سمجھ لیا ہے، جبکہ پورے وجود کی تسکین صرف اسی صورت میں ہوسکتی ہے جب کائنات کے ہر ذرے میں ہمیں اللہ کا جلوہ نظر آئے۔

☆☆☆

السعی منی والشفاء من اللّٰہ

یونانی دواؤں کے ذریعے پیچیدہ وکہنہ امراض کا تشفی بخش علاج کے لیے

رابطہ کریں:

حکیم سرفراز حسین

امام صاحب سنی جامع مسجد، چمڑا بازار، مین روڈ، دھاراوی ممبئی-17

موبائل:09323861303

عہدِ رسالت میں بیعت

شریعت میں بیعت کی نہ صرف اہمیت ہے بلکہ سیرت طیبہ سے اس کا واضح ثبوت بھی ملتا ہے، صحابہ کرام نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے مختلف مواقع اور مختلف چیزوں پر بیعت کا شرف حاصل کیا ہے۔ ان میں سے چند واقعات کا ذکر کیا جاتا ہے جن میں اجتماعی اور انفرادی طور پر صحابہ کرام نے کسی خاص امر کے لیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دست اقدس پر بیعت کی۔

۱۔ بیعت عقبۂ اولی

قَالَ عُبَادَةُ بْنُ الصَّامِت كُنْتُ فِيمَنْ حَضَرَ الْعَقَبَةَ الْأُولَى وَكُنَّا اثْنَىْ عَشَرَ رَجُلًا فَبَايَعْنَا رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلٰى بَيْعَةِ النِّسَاءِ .وَذَالِكَ قَبْلَ أَنْ يُفْتَرَضَ الْحَرْبُ عَلٰى أَنْ لَّا نُشْرِكَ بِاللّٰهِ شَيْئًا وَلَا نَسْرِقَ وَلَا نَزْنِيَ وَلَا نَقْتُلَ أَوْلَادَنَا وَلَا نَأْتِيَ بِبُهْتَانٍ نَفْتَرِيهِ بَيْنَ أَيْدِينَا وَأَرْجُلِنَا وَلَا نَعْصِيَهُ فِي مَعْرُوفٍ.

فَإِنْ وَفَّيْتُمْ فَلَكُمُ الْجَنَّةُ وَإِنْ غَشِيتُمْ مِنْ ذَالِكَ شَيْئًا فَأَمْرُكُمْ إِلَى اللّٰهِ إِنْ شَاءَ عَذَّبَكُمْ وَإِنْ شَاءَ غَفَرَ لَكُمْ. (مسند احمد، عبادہ بن ثابت)

ترجمہ: عبادہ بن ثابت رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ عقبۂ اولی کے موقع پر ہم بارہ افراد موجود تھے تو ہم لوگوں نے بیعت نسواں کے طرز پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بیعت کی اور یہ بیعت جنگ کے فرض ہونے سے پہلے اس بات پر ہوئی تھی کہ ہم لوگ اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک نہیں ٹھہرائیں گے، چوری نہیں کریں گے، زنا نہیں کریں گے، اپنی اولاد کو قتل نہیں کریں گے، بہتان تراشی نہیں کریں گے اور نہ ہی کبھی کسی کام میں اللہ تعالیٰ کے حکم کی نافرمانی کریں گے۔

پھر فرمایا اگر تم لوگوں نے اپنا وعدہ پورا کیا تو تمہارے لیے جنت ہے اور اگر تم نے اپنے اس وعدے کو پورا کرنے میں تھوڑی بھی غفلت برتی تو تمہارا معاملہ اللہ کے اختیار میں ہے اگر وہ چاہے تو عذاب دے اور اگر چاہے تو بخش دے۔

۲۔ بیعت عقبۂ ثانیہ

حضرت جابر بن عبداللہ انصاری رضی اللہ عنہ بیعت عقبۂ ثانیہ کے بارے میں بیان کرتے ہیں کہ قبیلۂ انصار نے آپس میں بات کی کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کب تک مکہ کی پہاڑیوں میں خوف واندیشے کے عالم میں چھوڑے رہیں گے، چنانچہ ہم ستر افراد نکلے، مقام عقبہ میں جمع ہوئے اور کہا:

يَا رَسُولَ اللّٰه!عَلامَ نُبَايِعُكَ،قَالَ:تُبَايِعُونِي عَلَى السَّمْعِ وَالطَّاعَةِ فِي النَّشَاطِ وَالْكَسَلِ،وَالنَّفَقَةِ فِي الْعُسْرِ وَالْيُسْرِ،وَعَلَى الْأَمْرِ بِالْمَعْرُوفِ،وَالنَّهْيِ عَنِ الْمُنْكَرِ. وَأَنْ تَقُولُوا فِي اللّٰهِ، لَا تَخَافُونَ فِي اللّٰهِ لَوْمَةَ لَائِمٍ، وَعَلٰى أَنْ تَنْصُرُونِي،فَتَمْنَعُونِي إِذَا قَدِمْتُ عَلَيْكُمْ مِمَّا تَمْنَعُونَ مِنْهُ أَنْفُسَكُمْ،وَأَزْوَاجَكُمْ، وَأَبْنَاءَ كُمْ، وَلَكُمُ الْجَنَّةُ،قَالَ: فَقُمْنَا إِلَيْهِ فَبَايَعْنَاهُ.

(مسند احمد، جابر بن عبداللہ)

ترجمہ: یارسول اللہ! ہم کس چیز پر آپ سے بیعت کریں، آپ نے فرمایا: تم لوگ مجھ سے اس بات پر بیعت کرو کہ ہر دکھ

سکھ میں حق بات سنو گے اور اس کی اطاعت کرو گے، تنگدستی و خوشحالی ہر حال میں اللہ کے نام پر اپنا مال خرچ کرو گے، بھلائی کا حکم دو گے اور برائی سے روکو گے اور ہمیشہ اللہ کی بات کرو گے، اللہ کی رضا کے لیے کسی ملامت کی پرواہ نہیں کرو گے اور میری مدد کرو گے، اگر میں تمہارے پاس ہجرت کر جاؤں تو تم میری ایسی ہی حفاظت کرو گے جیسی حفاظت تم اپنی جانوں، بیویوں اور اولاد کی کرتے ہو، پھر تو تمہارے لیے جنت ہے۔

حضرت جابر کہتے ہیں: یہ سن کر ہم لوگ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف بڑھے اور بیعت کی۔

۳۔ بیعت رضوان

یہ وہ بیعت ہے جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حدیبیہ کے موقع پر لی تھی اس کے بارے میں سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ:

نَادیٰ مُنَادِی رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، أَيُّهَا النَّاس! اَلْبَيْعَةَ الْبَيْعَةَ، نَزَلَ رُوحُ الْقُدُسِ، قَالَ: فَثُرْنَا إِلٰى رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ تَحْتَ شَجَرَةِ سَمُرَةٍ فَبَايَعْنَاهُ، وَذَالِكَ قَوْلُ اللّٰهِ:

"لَقَدْ رَضِيَ اللّٰهُ عَنِ الْمُؤْمِنِينَ إِذْ يُبَايِعُوْنَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ." (مصنف ابن ابی شیبہ، غزوۂ حدیبیہ)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب سے ندا دینے والے نے آواز دی اے لوگو! بیعت کرو بیعت کرو، حضرت جبریل علیہ الصلاۃ والسلام وحی لے کر آئے ہیں۔

راوی کا بیان ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ببول کے درخت کے سایے میں بیٹھے تھے ہم لوگ ان کے پاس گئے اور بیعت کی، اور وہ وحی یہ تھی:

لَقَدْ رَضِيَ اللّٰهُ عَنِ الْمُؤْمِنِينَ إِذْ يُبَايِعُوْنَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ. (فتح: ۱۸)

اللہ تعالی ان مومنین سے راضی ہوا جنھوں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دست اقدس پر درخت کے نیچے بیعت کی۔

۴۔ بیعت فتح مکہ

حضرت اسود بن خلف رضی اللہ عنہ نے بیان کیا ہے کہ فتح مکہ کے دن میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہوا جب آپ مقام مسفلہ میں تشریف فرما تھے، چندلوگ آپ کے پاس آئے:

فَبَايَعَ النَّاسَ عَلَى الْإِسْلَامِ وَالشَّهَادَةِ .

تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان لوگوں سے اسلام اور شہادت پر بیعت لی۔

راوی سے پوچھا گیا کہ یہ شہادت کیا ہے؟ تو انھوں نے کہا:

أَنَّهُ بَايَعَهُمْ عَلَى الْإِيْمَانِ بِاللّٰهِ، وَشَهَادَةِ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ، وَأَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُوْلُهُ.

ترجمہ: آپ نے ان لوگوں سے ایمان باللہ اور اس بات کی شہادت پر بیعت کی کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور بیشک محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے بندے اور رسول ہیں۔

۵۔ بیعت ارکان خمسہ

بشیر بن خصاصیہ بیان کرتے ہیں کہ وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیعت کی نیت سے آئے اور کہا:

عَلَامَ تُبَايِعُنِىْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ؟ فَمَدَّ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَدَهٗ قَالَ: تَشْهَدُ اَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّااللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَاَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ، وَتُصَلِّى الصَّلَوَاتِ الْخَمْسَ لِوَقْتِهَا، وَتُؤَدِّى الزَّكَاةَ

الْـمَـفْرُوْضَةَ،وَتَصُوْمُ رَمْضَانَ،وَتَحُجُّ الْبَيْتَ،وَتُجَاهِدُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ. (مسند احمد،بشیر بن خصاصیہ)

ترجمہ:یارسول اللہ!کس چیز پر مجھ سے بیعت لیں گے؟تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا دست اقدس بڑھاتے ہوئے فرمایا:

شہادت دو کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں،وہ یکتا ہے اس کا کوئی شریک نہیں اور بیشک محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں اور وقت پر پانچوں نمازیں قائم کرو،زکوۃ ادا کرو،رمضان شریف کے پورے روزے رکھو، کعبہ مقدسہ کا حج کرو اور اللہ کی راہ میں جہاد کرو۔

۶۔بیعت تقویٰ

حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

بَـايَعَنِى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَمْسًا، وَوَاثَـقَـنِى سَبْعًا، وَأَشْهَدَ عَلَيَّ تِسْعًا،أَنْ لَّا أَخَافَ فِي اللّٰـهِ لَوْمَةَ لَائِـمٍ،قَـالَ أَبُـو ذَرٍّ،فَـدَعَانِى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَـلَّـى الـلّٰـهُ عَـلَـيْهِ وَسَلَّمَ فَقَال:هَلْ لَكَ إِلٰى بَيْعَةٍ، وَلَكَ الْجَنَّةُ؟ قُلْتُ:نَعَمْ،وَبَسَطْتُ يَدِى.

فَـقَـالَ رَسُـوْلُ الـلّٰـهِ وَهُوَ يَشْتَرِطُ عَلَيَّ أَنْ لَّا تَسْأَلَ النَّاسَ شَيْئًا،قُلْتُ: نَعَمْ،قَالَ:وَلَا سَوْطَكَ إِنْ يَّسْقُطُ مِنْكَ،حَتّٰى تَنْزِلَ إِلَيْهِ فَتَأْخُذَهُ .

(مسند احمد،ابوذر غفاری)

ترجمہ:رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے پانچ دفعہ بیعت لی اور سات بار مجھ سے پختہ عہد لیا اور نو بار مجھ سے اس بات کی شہادت لی کہ میں اللہ کی رضا کے لیے کسی ملامت سے نہ ڈروں،پھر مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بلایا اور فرمایا: کیا تم بیعت کی خواہش رکھتے ہو اور تمہارے لیے جنت ہے؟میں نے کہا ہاں!اور اپنا ہاتھ آگے بڑھا دیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے یہ عہد لیا کہ تم لوگوں سے کسی بھی چیز کے لیے کچھ سوال نہ کرو گے،میں نے کہا قبول ہے۔

پھر فرمایا اپنے کوڑے کے لیے بھی نہیں جو تمہارے ہاتھ سے چھوٹ کر گر جائے،یہاں تک کہ تم خود اُسے اٹھا لو۔

دوسری روایت میں ہے،حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو کچھ کہا گیا اس میں چھ دن تک خوب غور کر لو،پھر جب ساتواں دن آیا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

أُوْصِيْكَ بِتَقْوَى اللّٰهِ فِي سِرِّ أَمْرِكَ وَعَلَانِيَتِهِ، وَإِذَا أَسَأْتَ فَأَحْسِنْ، وَلَا تَسْأَلَنَّ أَحَدًا شَيْئًا وَإِنْ سَقَطَ سَوْطُكَ، وَلَا تَقْبِضْ أَمَانَةً، وَلَا تَقْضِ بَيْنَ اثْنَيْنِ .

(مسند احمد،ابوذر غفاری،ترہیب وترغیب)

ترجمہ:میں تجھے ظاہری و باطنی معاملات میں تقویٰ اختیار کرنے کی وصیت کرتا ہوں۔جب کوئی تمہارے ساتھ برا کرے تو تم اس کے ساتھ اچھا سلوک کرو،کسی کے سامنے دست سوال نہ پھیلاؤ،اگر چہ تمہارا کوڑا اگر جائے اور ہرگز ہرگز کسی کی امانت کو غصب نہ کرو اور دو بھائیوں کے درمیان فیصلہ نہ کرو۔(کیونکہ تم ضعیف ہو)

ان تمام طرح کی بیعتوں سے واضح ہوتا ہے کہ عہد رسالت اور عہد صحابہ میں بیعت کا سلسلہ عام تھا جسے آج بھی زندہ رکھنے کی ضرورت ہے تاکہ دنیا میں بھی صراط مستقیم پر گامزن رہیں اور آخرت میں بھی ہمارا انجام بہتر ہو اور یہ دونوں باتیں عارفین باللہ کی صحبت میں رہے بغیر اور ان سے بیعت کیے بغیر ممکن نہیں۔

اللہ ہم سب کو بیعت اور اس کی حقیقت کی سمجھ عطا فرمائے۔

☆☆☆

حضرت مخدوم شیخ سعد خیرآبادی قدس سرہٗ (۹۲۲ھ) کے قلم سے

علامہ قطب الدین دمشقی قدس سرہ کی مشہور متن تصوف

الرسالة المكية کی عالمانہ وعارفانہ شرح

مجمع السلوک

جو شریعت وطریقت کا انسائیکلوپیڈیا اور سالکین وطالبین

کے لیے دستورالعمل ہے۔

حضرت مولانا ضیاء الرحمٰن علیمی نے اس کا سلیس وبامحاورہ ترجمہ مکمل کرلیا ہے۔

تحقیق وتخریج کا کام جاری ہے۔

بہت جلد اشاعت پذیر ہورہی ہے۔

ناشر:

شاہ صفی اکیڈمی

خانقاہ عالیہ عارفیہ، سید سراواں، الہ آباد (یوپی)

حضرت جاریہ سودا رحمۃ اللہ علیہا

شیخ محی الدین عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: میں نے پہلی بار تفرید کی حالت میں حج بیت اللہ کا ارادہ کیا، میں اس وقت جوان تھا اور تنہا چلا جا رہا تھا کہ شیخ عدی بن مسافر رحمۃ اللہ علیہ مجھے راستے میں ملے وہ بھی جوان تھے، مجھ سے پوچھا کہ کہاں جاتے ہو؟ میں نے کہا مکہ مکرمہ!

کہنے لگے کہ تم میری رفاقت قبول کرتے ہو؟ میں نے کہا کہ میں تجرید کی حالت میں یہ سفر کر رہا ہوں، انھوں نہ کہا کہ میری بھی یہی صورت ہے، تب ہم دونوں ایک ساتھ سفر کرنے لگے۔

ایک دن میں نے ایک حبشن لڑکی کو دیکھا کہ یکا یک وہ میرے سامنے آکر کھڑی ہوگئی، برقعہ منہ پر تھا! وہ مجھے تیز تیز نگاہوں سے دیکھ رہی تھی، پھر اس نے مجھ سے کہا کہ اے نوجوان! تم کہاں سے آئے ہو؟ میں نے کہا عجم سے!

وہ بولی کہ آج تم نے مجھے پریشانی میں ڈال دیا۔ میں نے کہا وہ کیسے؟ کہنے لگی اس وقت میں ملک حبشہ میں تھی، مجھ کو مشاہدہ ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے تمہارے دل پر تجلی فرمائی ہے اور تم کو اس قدر عطا کیا ہے کہ جن لوگوں کو میں جانتی ہوں ان میں سے کسی کو بھی اتنا نہیں عطا کیا گیا، اس لیے میں نے چاہا کہ تم کو دیکھ لوں اور پہچان لوں۔

اس کے بعد اس نے کہا کہ آج کے دن میں تمہارے ساتھ رہوں گی اور آج شام تمہارے ساتھ افطار کروں گی۔

یہ کہہ کر وہ ہمارے ساتھ چلنے لگی، جنگل کے راستے میں ایک کنارے پر وہ چل رہی تھی اور دوسرے کنارے پر ہم چل رہے تھے۔ جب رات کا وقت ہوا تو ہم ٹھہرے، ہوا سے ایک طباق نیچے اترا جس میں چھ روٹیاں اور سرکہ، ترکاری کے ساتھ رکھی ہوئی تھیں، یہ دیکھ کر اس لڑکی نے کہا:

اَلْحَمْدُلِلّٰہِ الَّذِیْ اَکْرَمَنِیْ وَاَکْرَمَ ضَیْفِیْ.

اس اللہ کا شکر و احسان ہے جس نے میری اور میرے مہمانوں کی عزت کی۔

ہر رات میرے لیے دو روٹیاں آتی تھیں اور آج ہم تینوں کے لیے دو دو روٹیاں آئی ہیں۔ اس کے بعد تین لوٹے پانی کے اترے۔ ہم نے پانی پیا جو اس قدر شیریں اور لذیذ تھا کہ زمین پر اس جیسا پانی نہیں ہوسکتا، پھر اسی رات وہ ہم سے جدا ہوگئی۔

جب ہم مکہ مکرمہ پہنچے تو طوافِ کعبہ مقدسہ کے دوران شیخ عدی پر ایسی تجلی ہوئی کہ وہ بیہوش ہوگئے۔ بعض لوگوں نے کہا وہ وفات پاگئے، یکا یک میں نے دیکھا کہ وہی حبشن لڑکی ان کے سر پر کھڑی ہے اور کہہ رہی ہے کہ جس اللہ نے تجھے مارا ہے وہ تجھے زندہ کردے، پھر اس نے کہا:

''پاک ہے وہ ذات کہ اس کی تجلی کے نور کے باعث تمام حادثات قائم نہیں رہ سکتے بشرطیکہ وہ ثابت رکھنا چاہے اور اس کی صفات کے ظہور سے کائنات کا قرار نہیں ہوسکتا مگر اس کی تائید سے ایسا ہوسکتا ہے۔ اس کے انوارِ قدس کی تیزی عقلوں کی بصیرت چھین لیتی ہے اور بڑے لوگوں کی عقلوں کو اس کی عزت کے نفحات اچک لیتے ہیں اور اس میں محو ہوجاتے ہیں۔''

اس واقعہ کے بعد طواف میں مجھ پر تجلی ہوئی اور میں نے

اپنے باطن سے ایک آواز سنی ،آخر میں مجھ سے کہا گیا اے عبدالقادر! اس ظاہری تجرید کو چھوڑو اور توحید کی تفرید کو لازم کرو۔ لوگوں کے نفع کے لیے بیٹھو، ہم چاہتے ہیں کہ اپنے بعض خاص بندوں کو تمہارے ہاتھ اپنے قرب سے مشرف فرمائیں۔

اتفاقاً پھر اسی حبشن لڑکی سے ملاقات ہوئی، کہنے لگی: اے نوجوان! میں نہیں جانتی کہ آج تیرا نشان کیا ہے، تیرے سر پر میں نور کا خیمہ لگا ہوا دیکھتی ہوں اور آسمان تک فرشتے تیرے گرد جمع ہیں اور تمام اولیاء اللہ کی آنکھیں اپنے اپنے مقامات سے تجھ کو دیکھ کر حیران ہو رہی ہیں۔ سب لوگ ایسی نعمت کے امیدوار ہیں جو تجھ کو ملی ہے۔ اس کے بعد وہ لڑکی چلی گئی اور پھر مجھے کبھی نظر نہیں آئی۔

☆☆☆

حضرت امرأۃ مجہولہ رحمۃ اللہ علیہا

حضرت ذوالنون مصری قدس سرہٗ العزیز فرماتے ہیں:

میں کعبہ مقدسہ کا طواف کر رہا تھا کہ اسی درمیان ایک نور چمکا جس کی تابانی آسمان تک پہنچ رہی تھی، یہ دیکھ کر مجھے بہت ہی تعجب ہوا۔

جب میں اپنا طواف پورا کر چکا تو کعبے کی دیوار سے پیٹھ لگا کر میں بیٹھ گیا اور اس نور کے بارے میں سوچتا رہا۔ یکبارگی ایک غمگین آواز میرے کانوں میں پہنچی۔ میں اس آواز کی جانب بڑھا دیکھا کہ ایک کنیز ہے جو بیت اللہ کے پردوں سے لٹک رہی ہے اور یہ کہہ رہی ہے:

''اے میرے حبیب! تو جانتا ہے تو خوب واقف ہے کہ جسم کی لاغری اور یہ آنسو، دونوں پوشیدہ طور پر فریاد کر رہے ہیں، میں نے تو محبت کو چھپایا اور یہاں تک چھپایا کہ چھپانے سے میرا سینہ تنگ ہو گیا۔'' (ت)

یہ سن کر میں ایک طرف ہو گیا اور اس کے درد سے میں خود رونے لگا۔ اس نے پھر کہا: الٰہی وسیدی ومولائی!

بِحُبِّکَ لِیُ اِلَّاغَفَرُتَنِیُ.

یہ سن کر میں اس کے پاس گیا اور کہا کہ اے کنیز! تو نے یہ کہا کہ بِحُبّکَ لِیُ، تجھے اس کی محبت کی قسم جو میرے ساتھ ہے کیا یہ کافی نہیں تھا کہ تو یوں کہتی بِحُبِّیُ لَکَ، اس محبت کی قسم جو تجھے میرے ساتھ ہے۔

تجھے کیا معلوم ہے کہ وہ تجھ کو دوست رکھتا ہے، اس نے کہا کہ اللہ کے ایسے خاص بندے بھی ہیں جن کو وہ دوست رکھتا ہے، پھر وہ اس کو دوست رکھتے ہیں، کیا تم نے اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد نہیں سنا:

فَسَوُفَ یَاۡتِی اللّٰہُ بِقَوُمٍ یُحِبُّھُمُ وَیُحِبُّوُنَہٗ.

(سورۂ مائدہ:۵۴)

یعنی قریب ہے کہ اللہ تعالیٰ ایسی قوم کو لائے گا جس کو وہ دوست رکھتا ہے اور وہ اس کو دوست رکھتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ کو جو محبت ان سے ہے وہ اس محبت سے پہلے ہے جو محبت ان کو اللہ تعالیٰ کے ساتھ ہے۔

میں نے کہا کہ میں تمھیں بہت ہی لاغر اور ضعیف دیکھ رہا ہوں، کیا تم بیمار ہو؟ کنیز نے کہا:

اللہ تعالیٰ کا محبّ دنیا میں بیمار رہتا ہے، اس کی بیماری لمبی ہوتی ہے اور اس کا علاج اس کی بیماری کے سوا کچھ نہیں۔

اس کے بعد میں نے دیکھا کہ وہاں کچھ بھی نہیں تھا، معلوم نہیں کہ وہ کہاں چلی گئی۔ (نفحات الانس،۹۰۰-۹۰۲)

☆☆☆

شیخ ابوسعید محمدی

ساری دنیا پر ہے احسانِ حسین

منقبت در شان امام حسین رضی اللہ عنہ

داعی اسلام شیخ ابوسعید شاہ احسان اللہ محمدی صفوی ادام اللہ ظلہ علینا

اللہ اللہ شوکت و شانِ حسین
ساری دنیا ہے ثنا خوانِ حسین

پیش مولیٰ حشر کے دن بے دریغ
جھومتے جائیں گے مستانِ حسین

نارِ دوزخ کب جلائے گی انہیں
جو ہیں جان و دل سے قربانِ حسین

دامن کونین چھُٹ جائے مگر
ہاتھ سے چھوٹے نہ دامانِ حسین

حور و غلماں کی تمنا ہے حرام
ان کے اوپر جو ہیں مستانِ حسین

ایک مجھ خستہ جگر پر ہی نہیں
ساری دنیا پر ہے احسانِ حسین

بس یہی ہے اک تمنا اے سعؔید
میں رہوں مدہوشِ ارمانِ حسین

دہلی/ بمبئی To بغداد By Air جرنی (سفر)

مکرمی جناب السلام علیکم

بعد سلام خدمت عالیہ میں اطلاعاً عرض ہے کہ اس وقت ہر مہینے ہمارے ٹور بغداد شریف کی مقدس زیارتوں کے لیے جارہے ہیں جس میں سیریا، دمشق، حلب اور عراق میں حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ، حضرت شیخ جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ، حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ، اور حضرت خواجہ غریب نواز علیہ الرحمہ کے والد ماجد حضرت خواجہ حسن نوری رحمۃ اللہ علیہ اور بصرہ میں حضرت رابعہ بصریہ کے علاوہ، کربلا، نجف اشرف، بیئر ایوب، حضرت یونس علیہ السلام کے علاوہ کوفہ اور ایران کی کئی مقدس زیارت آپ ایک ہی سفر میں کرسکیں گے، انشاءاللہ!

جو حضرات قبلۂ اول مسجد الاقصیٰ کی زیارت اور دیدار کے خواہش مند ہوں انھیں بھی ہماری کمپنی کی طرف سے دعوت ہے کہ وہ اپنی زندگی کی یہ دیرینہ خواہش پوری کریں، جورڈن میں حضرت شعیب علیہ السلام اور اصحاب کہف اور یروشلم میں قبلۂ اول، حضرت ابراہیم علیہ السلام، حضرت اسحاق علیہ السلام، حضرت موسیٰ علیہ السلام، حضرت داؤد علیہ السلام، حضرت یعقوب علیہ السلام، حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی زیارت گاہوں کی زیارت سے مشرف ہوکر اپنی دیرینہ آرزو پوری کرسکتے ہیں۔ انشاءاللہ!

ان تمام زیارتوں کے ساتھ آپ عمرہ سفر بھی ادا کرسکتے ہیں اور انشاءاللہ ہر مقام پر عالی شان ہوٹل اور والو (Volvo) بس کا انتظام رہے گا۔ سفر کے دوران صبح بریک فاسٹ (ناشتہ) دوپہر اور شام لذیذ کھانا بھی آپ کو دیا جائے گا۔ ہر زیارت باضابطہ طور پر مقدس بارگاہ اور اپنا فرض سمجھ کر کرائی جائے گی۔ بکنگ کے بعد دیگر ٹور والوں کی طرح ٹی وی میں نیوز یا اخبار نامہ اور نیوز بتا کر زائرین کو ڈرایا نہیں جائے گا۔ ہمارے ساتھ سفر کریں، ہر طرح کی ذمہ داری ہماری ہے انشاءاللہ۔ ان تمام کاموں کے سامنے اگر آپ واقعی سنی مسلمان اور سنی عقیدے کے ماحول میں سفر کرنا چاہتے ہوں تو ہمارے کفایتی سفرخرچ میں کٹوتی یا اور زیادہ کنسیشن کی بات نہ کریں سفر کے اخراجات ہم نے بالکل کفایتی اور کم سے کم رکھا ہے جس میں غریب سے غریب مسلمان اپنے بجٹ کے مطابق ان تمام زیارتوں سے مستفیض ہوسکتے ہیں۔ اگر آپ کے ذریعہ جتنے زیادہ زائرین ہوسکیں آپ اپنے اپنے گروپ بنا کر ہمارے سفر میں بکنگ کرواسکتے ہیں۔

تمام زیارتوں کے لیے ہمیں پاسپورٹ فوٹو سفر روانگی سے ۳۰ روز قبل دینا ضروری ہوگا۔ ہمارے سفر ہر ماہ کی ۱۵ تاریخ کو اور ۲۵ تاریخ کو زیارت کے لیے روانہ ہوں گے۔ لہٰذا آج ہی پہلی فرصت میں ہم سے رابطہ قائم کریں۔

رابطہ نمبر 09879154085

بکنگ کا طریقہ: آپ اپنا پاسپورٹ اور ۴ عدد فوٹو کوریر یا رجسٹر اے ڈی ڈاک کے ذریعے ہماری آفس کے پتے پر روانہ کریں۔ سفر خرچ کی رقم ہمارے بینک اکاؤنٹ میں اپنے قریبی بینک سے جمع کرواسکتے ہیں۔

عمرہ سفر دن 15 بکنگ صرف -/26,786 روپے

میں بکنگ ہورہا ہے۔ یہ سفر 25 فروری 2013 سے 28 مئی 2013 تک روزانہ بمبئی/دہلی انٹرنیشنل ایئرپورٹ سے روانہ ہوگا۔
جس میں کھانا، رہنا وغیرہ تمام خرچ شامل ہے۔ یہ بکنگ 28 اگست 2012 تک ہورہا ہے اس روحانی سفر کا فائدہ اٹھائیں

حاجی اقبال، احمد آباد۔ 09879154085

MUSLIM TOURS & TRAVELS AHMEDABAD

4154, Gollimda, Nr. Anjuman High School, Astodiya Road, Ahmedabad Gujarat, E-mail muslimtt@yahoo.com

سیددانش بقائی

عمل کے بغیر علم کچھ فائدہ نہیں دیتا

یہ حقیقت روزِ روشن کی طرح عیاں ہے کہ علم ہی ایک ایسا چراغ ہے جس کی روشنی میں ہم اچھائی اور برائی کے درمیان تمیز کرتے ہیں اور امر بالمعروف و نہی عن المنکر کی ترغیب حاصل کرتے ہیں چنانچہ علم ہی کی بدولت انسان اشرف المخلوقات ہوا جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَعَلَّمَ آدَمَ الْأَسْمَاءَ كُلَّهَا، ثُمَّ عَرَضَهُمْ عَلَى الْمَلَائِكَةِ فَقَالَ أَنبِئُونِي بِأَسْمَاءِ هَؤُلَاءِ إِن كُنتُمْ صَادِقِينَ. (بقرہ:۳۱)

ترجمہ: اور اللہ تعالیٰ نے آدم کو تمام نام سکھا کر ان کو فرشتوں کے سامنے پیش کیا اور فرمایا، اگر تم سچے ہو تو ان چیزوں کے نام بتاؤ۔

علم کے حصول کا یہ دستور صدیوں سے چلا آ رہا ہے۔ ہر مذہب اور ہر قوم کے عروج وارتقا کا دارومدار علم ہی پر ہے۔ جس قوم سے علم اٹھ گیا تو یقین کیجیے کہ اس قوم کو صفحۂ ہستی سے مٹنے میں کچھ وقت نہیں لگا۔

اب چاہے حصول علم کے لیے جان و مال کی قربانی دینی پڑے، چاہے اہل وعیال سے دور ہونے کی نوبت آئے، چاہے دور دراز سفر پر جانا ہو، ہر مرحلے سے گزرے، جیسا کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

اُطْلُبُوْا الْعِلْمَ وَلَوْ بِالصِّيْنِ. (شعب الایمان)

ترجمہ: علم حاصل کرو اگرچہ چین جانا پڑے۔

جب ایک طالب علم، علم دین حاصل کرنے کے لیے سفر کرتا ہے تو اسے ہزاروں مصائب کا سامنا کرنا پڑتا ہے لہٰذا اس پریشانی کے عالم میں ثابت قدم رہنا چاہیے، تاکہ وہ اپنے مقصد میں کامیاب ہو سکے کیونکہ اللہ کسی کی محنت کو ضائع نہیں فرماتا ہے۔

لیکن یہ خیال رہے کہ صرف علم دین فرض عین ہے نہ کہ علم دنیا۔ کیونکہ علم دین ایک ایسا علم ہے جو ایک بندے کے لیے دین ودنیادونوں میں زادراہ ہے، وہی صراط مستقیم کی نشاندہی کرتا ہے اور اسی علم کے ذریعے دل میں خوف الٰہی پیدا ہوتا ہے۔

خالق کائنات کا فرمان عالیشان ہے:

وَأَن لَّيْسَ لِلْإِنسَانِ إِلَّا مَا سَعَىٰ. (نجم:۳۹)

ترجمہ: اور یہ کہ ہر انسان کے لیے صرف وہی ہے جس کے لیے اس نے خود کوشش کی۔

اس لیے علم کے حصول میں جس قدر بھی مصائب وآلام آئیں انھیں خندہ پیشانی کے ساتھ برداشت کرنا چاہیے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں:

طَلَبُ الْعِلْمِ فَرِيْضَةٌ عَلٰى كُلِّ مُسْلِمٍ. (ابن ماجہ)

ترجمہ:علم طلب کرنا ہر مسلمان پر فرض ہے، چاہے وہ مسلمان مرد ہوں یا عورت۔

نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے علم کو فرض قرار دیا اور علم حاصل کرنا صرف مردوں پر ہی فرض نہیں کیا گیا ہے، بلکہ عورتوں کے لیے بھی فرض ہے۔

لیکن یہ خیال رہے کہ صرف علم دین فرض عین ہے نہ کہ علم دنیا، کیونکہ علم دین ایک ایسا علم ہے جو ہر بندے کے لیے دین و دنیا دونوں میں زادراہ ہے، وہی صراط مستقیم کی نشاندہی کرتا ہے اور اسی علم کے ذریعے دل میں خوف الٰہی پیدا ہوتا ہے اور جس کے اندر خوف الٰہی پیدا ہو جائے وہ یقیناً اللہ تعالیٰ کے نزدیک عزت وعظمت والا ہے۔

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

إِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ أَتْقَاكُمْ. (حجرات:۱۳)

اللہ تعالیٰ کے نزدیک تم میں سب سے زیادہ بزرگی والا خوف الٰہی رکھنے والا ہے۔

اور حقیقت میں اللہ تعالیٰ سے خوف کھانے والے علما ہوتے ہیں، ارشاد باری تعالیٰ ہے:

إِنَّمَا يَخْشَى اللّٰهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمَاءُ. (فاطر:۲۸)

بندوں میں اللہ سے ڈرنے والے علمائے کرام ہی ہیں۔

لیکن اس کا مطلب یہ بھی نہیں انسان علم ودانش کی معراج تک پہنچ جائے اور عمل سے بے بہرہ رہے۔ایسی صورت میں اس کا علم اسے کچھ نفع نہ دے گا، کیونکہ:

اَلْعِلْمُ بِلَا عَمَلٍ كَشَجَرَةٍ بِلَا ثَمَرٍ.

یعنی علم عمل کے بغیر بے پھلدار درخت کی مانند ہے۔

چنانچہ عمل پیدا کرنے کی صورت یہ ہے کہ علم حاصل کرنے کے ساتھ کسی اہل دل ،اہل اللہ شیخ کی بارگاہ میں حاضری دی جائے:

آئینہ ہوتا ہے اہل دل کا دل
کشف ہو تجھ پہ کسی کامل سے مل

اور جب انسان کسی شیخ کامل کی صحبت اختیار کر لیتا ہے تو وہ علم وعمل کا مجسمہ بن جاتا ہے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس قول کے مصداق ہوتا ہے:

اِتَّقُوْا فِرَاسَةَ الْمُؤْمِنِ فَاِنَّهٗ يَنْظُرُ بِنُوْرِ اللّٰهِ.

(تفسیر قرطبی، جلد:۱۰ص:۴۲)

ترجمہ:مومن کی فراست سے ڈرو کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ کے نور سے دیکھتا ہے۔

اس لیے ہر مومن کے لیے لازم ہو جاتا ہے کہ وہ علم دین سیکھے اور سکھائے تاکہ جب مسند ارشاد پر بیٹھے تو اس چیز کا حکم دے جس چیز کا حکم اللہ ورسول صلی اللہ علیہ وسلم نے دیا ہے اور اس چیز سے منع کرے جس چیز سے اللہ ورسول صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا ہے۔دوسرے الفاظ میں وہ ہمیشہ **امر بالمعروف ونهی عن المنكر** پر عمل پیرا رہے۔

اللہ ہم سب کو اچھے عمل کی توفیق بخشے۔(آمین)

☆☆☆

اشتیاق عالم

قول وعمل میں تضاد پسندیدہ عمل نہیں

اللہ رب العزت کے نزدیک قول وعمل میں تضاد نہایت ناگوار، بدترین اور سخت ناپسندیدہ عمل ہے۔قرآن کریم میں واضح طور پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

يَا أَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوْا لِمَ تَقُوْلُوْنَ مَا لَا تَفْعَلُوْنَ، كَبُرَ مَقْتًا عِنْدَ اللّٰهِ أَنْ تَقُوْلُوْا مَا لَا تَفْعَلُوْنَ. (صف:۲-۳)

ترجمہ:اے ایمان والو!تم کیوں ایسی بات کہتے ہو جو تم نہیں کرتے ،تم جو کرتے نہیں اس کا کہنا اللہ کو سخت ناپسند ہے۔

ایمان کا تقاضا یہی ہے کہ مومن حق گو اور صاف گو ہو۔جو کہے وہ کرے اور جو کرے وہی کہے۔جو اپنے لیے پسند کرے اسی کی دعوت دوسروں کو بھی دے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

تَجِدُوْنَ شَرَّ النَّاسِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ ذَاالْوَجْهَيْنِ الَّذِيْ يَاتِيْ هٰؤُلَاءِ بِوَجْهٍ وَهٰؤُلَاءِ بِوَجْهٍ. (صحیح بخاری)

ترجمہ: قیامت کے دن تم ایسے برے لوگوں کو دیکھو گے جن کے دو منھ ہوں گے جو ایک سے کچھ کہتا ہے اور دوسرے سے کچھ اور کہتا ہے۔

علمائے کرام بیان کرتے ہیں کہ کہنے اور کرنے میں تضاد اہل ایمان کی علامت نہیں ہے بلکہ یہ بے ایمان یہود ونصاریٰ کی پہچان اور عادت ہے،اگر وہ تضاد کے شکار نہ ہوتے تو آسمانی صحیفے تورات کے حکم کے مطابق سب سے پہلے وہ خاتم الانبیاء نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے دامن رحمت سے وابستہ ہوتے اور ان پر ایمان لاتے۔جب کہ یہودی علما کا حال یہ تھا کہ وہ بڑے واضح لفظوں میں لوگوں کو ''تورات'' کی بات سناتے تھے لیکن ''تورات'' کی باتوں پر خود عمل نہیں کرتے تھے۔ان ہی باتوں کی نشاندہی کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

أَتَأْمُرُوْنَ النَّاسَ بِالْبِرِّ وَتَنسَوْنَ أَنفُسَكُمْ وَأَنتُمْ تَتْلُوْنَ الْكِتَابَ أَفَلَا تَعْقِلُوْنَ. (بقرہ:۴۴)

ترجمہ: کیا تم لوگوں کو بھلائیوں کا حکم دیتے ہو؟اور خود اپنے آپ کو بھول جاتے ہو باوجودیکہ تم کتاب کی تلاوت کرتے ہو،کیا تم میں اتنی بھی سمجھ نہیں؟

مسلمانوں کو اس برے عمل سے جس تاکید کے ساتھ روکا گیا ہے اس کا اندازہ سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد سے لگایا جا سکتا ہے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے معراج کا واقعہ بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ شب معراج میرا گزر ایک ایسی قوم پر ہوا جن کے ہونٹ قینچیوں سے کاٹے جا رہے تھے۔میں نے جبریل سے دریافت کیا تو انھوں نے بتایا:

هٰؤُلاءِ خُطَبَاءُ مِنْ اَهْلِ الدُّنْيَامِمَّنْ كَانُوْايَامُرُوْنَ النَّاسَ بِالْبِرِّ وَيَنْسَوْنَ اَنْفُسَهُمْ وَهُمْ يَتْلُوْنَ الْكِتَابَ.

(مسند ابویعلی، ج:۷، ص:۲۷)

ترجمہ: یہ دنیا کے وہ خطیب اور مقرر ہیں جو لوگوں کو نیکی کا حکم دیا کرتے تھے اور اپنے آپ کو بھلائے رکھتے تھے، حالانکہ وہ اللہ تعالیٰ کی کتاب تلاوت کیا کرتے تھے۔

اگر ہم اپنی حالت اور عمل پر غور کریں تو معلوم ہوگا کہ شاید ہم بھی اسی کیفیت میں مبتلا ہیں۔ ہمارے دور میں ذرائع ابلاغ کی کمی نہیں۔ جو کام پہلے برسوں میں ہوتا تھا آج وہ دنوں اور گھنٹوں میں ہوتا ہے۔

آج ہمارے پاس پیغام رسانی کے تیز ترین وسائل بھی موجود ہیں اور ہم ان سے فائدہ بھی اٹھا رہے ہیں۔ تبلیغ وتقریر بھی خوب ہو رہی ہے۔ میدان تحریر میں بھی ہم کسی سے کم نہیں۔ اس کے باوجود نتیجے پر غور کرنے سے معلوم ہوتا کہ نتیجہ صفر ہے، آخر ایسا کیوں ہے؟

تو اس کا ایک ہی جواب ہے اور وہ یہ ہے کہ ہم قول وفعل میں تضاد کے شکار ہو رہے ہیں۔ عوام تو عوام، خواص بھی قول وفعل میں تضاد سے محفوظ نہیں ہیں۔

حد تو یہ ہے کہ جو چیز جس کی طبیعت کے موافق ہے اس پر عمل کرنا شروع کر دیتا ہے خواہ وہ غلط ہی کیوں نہ ہو، اس سے اسے کوئی غرض نہیں ہوتا اور اگر کوئی چیز اس کی خواہش کے مطابق نہ ہو تو درست ہونے کے باوجود اس پر عمل نہیں کرتا۔ جب کہ قول وفعل کے تضاد سے نہ صرف انسان کا ذاتی نقصان ہوتا ہے بلکہ اللہ ورسول صلی اللہ علیہ وسلم کی ناراضگی اور ایمانی خسارہ بھی ہوتا ہے۔

اللہ ہم سب کو اس بلا سے محفوظ رکھے۔ ☆☆☆

اِناللّٰہ واِنااِلیہ راجعون

ہم ایک جنازہ میں شریک تھے کہ لواحقین کے رونے کی آواز آئی اس پر داعی اسلام ابوسعید شاہ احسان اللہ محمدی ادام اللہ ظلہ علینا نے فرمایا کہ کسی کی موت پر غمگین ہونا یا رونا فطری بات ہے لیکن اللہ تعالیٰ سے شکوہ کرنا مناسب نہیں، جس طرح جب کوئی اپنی بیٹی کی شادی کرتا ہے تو وہ رخصتی کے وقت روتا ضرور ہے لیکن شکایت نہیں کرتا بلکہ اس کے بچھڑنے کو یاد کر کے اس کا دل دکھی ہو جاتا ہے اور آنکھوں سے آنسو نکل آتے ہیں۔ اور انسان شکوہ کر بھی کیسے سکتا ہے جب کہ دنیا کی ہر چیز اللہ تعالیٰ ہی کے لیے ہے اور سب کو ایک دن اللہ ہی کی جانب لوٹنا ہے:

اِنَّالِلّٰهِ وَاِنَّااِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ. یعنی ہم اللہ ہی کے لیے ہیں اور ہمیں اللہ ہی کی طرف لوٹ کے جانا ہے۔

تو جس کی امانت تھی وہ لے گیا اس میں شکوہ شکایت کی کوئی بات نہیں۔ ہماری یہ حالت ہونی چاہیے کہ ہم اپنے عمل سے اس بات کا مظاہرہ کریں کہ ہم اللہ ہی کے لیے ہیں دنیا کے لیے نہیں۔ دنیا کی کوئی بڑی سے بڑی مصیبت ہم کو اللہ سے غافل نہیں کر سکتی اور ہم ہر حال میں اللہ ہی کی طرف متوجہ رہنے والے ہیں۔

(ادارہ)

یو.جی.سی نیٹ امتحان

ا۔اگر آپ کسی کالج یا یونیورسٹی میں درس وتدریس کے خواہش مند ہیں تو اس کے لیے یونیورسٹی گرانٹ کمیشن (U.G.C.) کے زیر اہتمام منعقد ہونے والا قومی سطح پر اہلیتی ٹیسٹ (National ElegibilityTest) پاس کرنا ہوگا۔ اس کے بعد ہی آپ ہندوستان کی کسی بھی یونیورسٹی میں لیکچرر یا اسسٹنٹ پروفیسر کی ملازمت کے اہل ہو سکتے ہیں یا پھر جونیئر ریسرچ فیلوشپ (J.R.F.) حاصل کر کے P.HD. میں اندارج کرا سکتے ہیں۔ یہ ٹیسٹ سال میں دو مرتبہ ماہ جون اور ماہ دسمبر میں منعقد کیا جاتا ہے۔ جو طالب علم جے آر ایف کوالیفائی کرتے ہیں انھیں متعلقہ سبجیکٹ میں ریسرچ کرنے کے لیے پانچ سال تک فیلوشپ کی ایک خطیر رقوم دی جاتی ہے۔

موضوعات یا مضامین (Subjects) ماہ دسمبر 2012 کے امتحان میں کل 94 موضوعات/مضامین میں یہ ٹیسٹ منعقد کیا جائے گا جس کے دائرے میں ہندی، اردو، انگریزی، سوشل سائنسز، کمپیوٹر سائنس اور الیکٹرانک سائنس وغیرہ سے متعلق موضوعات اور مضامین ہیں۔ غور طلب ہے کہ کونسل آف سائنٹفک اینڈ انڈسٹریل ریسرچ (CSIR) سائنس سبجیکٹ کے لیے الگ سے ٹیسٹ منعقد کرتی ہے جس کے دائرے میں لائف سائنس، فزیکل سائنس، کیمیکل سائنس اور پلانٹری سائنس سے متعلق سبجیکٹ ہوتے ہیں۔

امتحان

اس ٹیسٹ میں تین پیپر ہوتے ہیں، تمام سوالات معروضی جوابات پر مبنی ہوتے ہیں جو دو الگ الگ شفٹوں میں دیا جاتا ہے:

پہلا پیپر 100/نمبر کا ہوتا اور کل 60/میں سے 50/ سوالوں کا جواب دینا ہوتا ہے۔ اس کے حل کے لیے ایک گھنٹہ، پندرہ منٹ ملتے ہیں۔

دوسرا پیپر بھی 100/نمبر کا ہوتا اور 50/سوالات ہوتے ہیں۔ اس پیپر کے لیے ڈھائی گھنٹے کا وقت ملتا ہے۔ سوال نامے انگریزی اور ہندی دونوں زبانوں میں دیے جاتے ہیں۔

پہلا پرچہ: یہ پرچہ عام سطح کا ہوتا ہے جس میں تدریس وتحقیق سے متعلق جانچ ہوتی ہے، اس میں تاریخی، تہذیبی، جغرافیائی، ذہنی اور عام معلومات سے متعلق سوال ہوتے ہیں، ہر ایک سوال دو نمبر کا ہوتا ہے۔

دوسرا پرچہ :اس میں متعلقہ سبجیکٹ سے 50/سوال ہوتے ہیں اور ہر سوال دو نمبر کا ہوتا ہے۔

تیسرا: یہ پرچہ بھی سبجیکٹ سے متعلق ہی ہوتا ہے اور

ہرایک سوال کے دو نمبر ہوتے ہیں، یہ تینوں پرچے معروضی ہوتے ہیں۔

نتائج

جنرل امیدوار کو پہلے پرچے میں 40/فیصد، دوسرے میں 40/فی صد اور تیسرے میں 50/فیصد نمبر لانا لازمی ہے، جب کہ O.B.C. کو کم سے کم حاصل شدہ نمبر میں 5/فیصد کی رعایت دی جاتی ہے۔ معذور، S.C. اور S.T. کو بھی پہلے اور دوسرے پرچے میں کم سے کم 5/فیصد کی رعایت ملتی ہے، وہیں تیسرے پرچے میں محض 40/فیصد نمبر لانے ہوتے ہیں۔

تمام امیدواروں کو ہرایک پرچے میں الگ الگ طے شدہ نمبر لانا لازمی ہے اور اسی کی بنیاد پر فائنل نتیجہ طے ہوتا ہے۔ دسمبر 2012 کے امتحان سے جون 2012 کی طرح طالب علم OMR Response Sheet کی کاربن کاپی امتحان کے بعد گھر لے جاسکتے ہیں جس سے وہ خود جائزہ لے سکیں گے کہ انھوں نے کہاں غلط کیا اور کہاں صحیح۔

تیاری

پہلے پرچے کی تیاری کے لیے گہرا مطالعہ کرنا ہوگا کیونکہ اس پرچے کا مقصد امیدوار کی تدریسی اور تحقیقی صلاحیت کی جانچ کرنا ہے۔ اس کے لیے اگر آپ اس پرچے سے متعلق کسی گائیڈ کا مطالعہ کرتے ہیں تو کام چل سکتا ہے، اگر ایک مہینہ قبل اس سے متعلق سوالات پر توجہ دی جائے اور پریکٹس کی جائے تو اس سے امتحان میں آسانی ہوگی۔ چونکہ چند سوال انگریزی، ریزننگ، کمپر ہینسی سے بھی وابستہ ہوتے ہیں۔

اس لیے آپ کی پریکٹس جتنی بہتر ہوگی اتنے ہی اچھے نمبر آئیں گے۔ اسی پرچے میں چند سوال عام معلومات کے بھی ہوتے ہیں اس لیے اس کی تیاری کے لیے میگزین کے ساتھ دسویں تک کی این سی ای آر ٹی کی کتابوں پر بھی نظر ضرور ڈالیں، دوسرا اور تیسرا پرچہ متعلقہ سبجیکٹ کا ہوتا ہے، اس لیے اس بات کا خیال رکھیں کہ آپ کی بنیاد مضبوط ہو۔

چونکہ تمام سوالات معروضی ہوتے اس لیے جتنی گہرائی سے مطالعہ کیا جائے گا، اتنے ہی زیادہ نمبر حاصل ہوں گے، ابھی تک دوسرے پرچے میں چند سوال کمپرہنسی سے متعلق ہوتے تھے یعنی ایک اقتباس پڑھنا ہوتا ہے اور اسی کی بنیاد پر سوالات کے جواب دینے ہوتے تھے، ایسے سوالات کے جوابات اگر صحیح دیے جائیں تو پورے نمبر ملتے ہیں اس لیے ایسے سوالات کا جواب فوراً دیں اور اس کے لیے پریکٹس کا ہونا بے حد ضروری ہے۔

حقائق، حادثات، واقعات اور تاریخی وارداتوں کو بھی ذہن میں رکھیں اس سے متعلق سوال یقینی طور پر آتے ہیں، اس سے امیدوار کو زیادہ نمبر ملتے ہیں، اگر کوئی دوسرے اور تیسرے پرچے میں زیادہ سے زیادہ سوال حل کرتا ہے تو اس کے کامیاب ہونے کا امکان زیادہ رہتا ہے، اس لیے جو بھی پڑھیں تفصیل سے پڑھیں، کہیں ایسا نہ ہو کہ سرسری نگاہ سے پڑھنے کے سبب سوال حل کرتے وقت پریشانی کا سامنا ہو۔

خاص طور سے یہ خیال رکھنا چاہیے کہ امتحان کی متعینہ تاریخ کو امتحان کے شروع ہونے سے آدھا گھنٹہ قبل امتحان گاہ میں ضرور پہنچیں، تا کہ جوابی بیاض پر مذکورہ تمام خانوں کو مثلاً نام، رول نمبر، جوابی بیاض نمبر اور پیپر کوڈ وغیرہ کو مقررہ وقت پر پُر کرسکیں اور امتحان کے دوران وقت برباد نہ ہو، اور تمام سوالوں کے جوابات کو نشان زد کرسکیں۔

☆☆☆

۲۔ اِن پیج ۳: کی خصوصیات

آج کل بازار میں اردو کمپوزنگ کے لیے کئی طرح کے سافٹ ویئر مل رہے ہیں لیکن ان سبھی پر اِن پیج کو فوقیت حاصل ہے۔ یہ بات بھی صد فیصد درست ہے کہ اِن پیج کے مقابل کوئی سافٹ ویئر بازار میں نہیں ہے، اس کی اہمیت وافادیت اور مقبولیت پر عمران لاری روشنی ڈالتے ہوئے لکھتے ہیں:

''یوں تو اس وقت بازار میں اردو کمپوزنگ کے حوالے سے کئی سافٹ ویئر دست یاب ہیں لیکن ان میں سے بہترین اور سب سے زیادہ استعمال ہونے والا سافٹ ویئر اِن پیج ہی ہے۔ یہ اپنی خصوصیت کی وجہ سے تقریباً ہر پبلشنگ ہاؤس میں استعمال ہو رہا ہے۔ سب سے اہم بات یہ ہے کہ یہ ونڈوز آپریٹنگ سسٹم میں کام کرتا ہے، اس لیے گرافکس کو بھی بہت بہتر انداز سے سپورٹ کرتا ہے۔''

عمران لاری کے اس بیان سے واضح ہوتا ہے کہ ان پیج کی اہمیت پوری طرح مسلم ہو چکی ہے اور اِن پیج کمپوزنگ کے لیے ایک مکمل سافٹ ویئر ہے، اور اس کو اردو ورڈ پروسیسنگ میں ممتاز مقام حاصل ہے، ان پیج کی خصوصیات درج کیے جاتے ہیں:

۱۔اس کی سب سے بڑی خوبی یہ ہے کہ یہ ونڈوز کے تصویری ماحول میں کام کرتا ہے، جس کی وجہ سے اس کے استعمال کرنے والے کو بہت آسانی ہوتی ہے اور کام کرنے میں کوئی دشواری معلوم نہیں ہوتی۔

۲۔اس کی دوسری خصوصیت یہ ہے کہ جیسا یہ اسکرین پر دکھاتا ہے ویسا ہی پرنٹ کرتا ہے، یہ خوبی اس سے پہلے کے سافٹ ویئر میں نہیں تھی۔

۳۔اس میں مختلف طرح کے خوبصورت بارڈر بھی لگائے جاسکتے ہیں۔

۴۔اردو پیراگراف کے اندر انگریزی آسانی سے رکھ سکتے ہیں۔

۵۔اس میں تصاویر اور گرافکس کو بھی ڈال سکتے ہیں۔

۶۔اردو اور انگریزی کو ایک ساتھ لکھ سکتے ہیں۔

۷۔اردو کو فوٹوشاپ میں لے جا کر خوبصورت ڈیزائن کی جاسکتی ہے۔

۸۔کورل ڈرا میں سرخیوں کو دلکش بنانے کی سہولت بھی دستیاب ہے۔

۹۔اس میں اپنے مرضی کے مطابق Key Board

سیٹ کر سکتے ہیں۔

۱۰۔ٹروٹائپ فانٹ کی سہولت ہے،جس کی مدد سے الفاظ کوآسانی کے ساتھ چھوٹابڑا کیا جاسکتا ہے۔

۱۱۔اس سافٹ ویئر کی مدد سے آپ ویب صفحات میں تصاویر استعمال کرنے کی غرض سے تحریر کو بطور GIF, JPEG کو ایکسپورٹ کر سکتے ہیں۔

۱۲۔یہ تحریر کوتین گنا سے تین سوگنا تک بڑا دیکھنے کی سہولت دیتا ہے۔

۱۳۔اس سافٹ ویئر میں تحریر کو 1024 پوائنٹس تک بڑا کرنے کی صلاحیت ہے۔

۱۴۔آپ لفظ کو باہر یا اندر کی طرف سکڑ سکتے ہیں یا پھیلا سکتے ہیں۔

۱۵۔تحریر کو بولڈ اور اٹالک بھی کر سکتے ہیں۔

۱۶۔ان میں رنگوں کی مدد سے تحریر کومختلف رنگ بھی دے سکتے ہیں۔

۱۷۔یہ پیج بنانے اورڈیزائننگ کے لیے دس سے زائد ڈیزائننگ ٹولز مہیا کرتا ہے۔

۱۸۔اس میں مونوٹائپ،مقتدرہ،آفتاب،کردش،کشمیری، فارسی،فونٹک اور استعمال کرنے والا خود بھی اپنی سہولت کے مطابق اسے سیٹ کرسکتا ہے، یہ یوزرڈ ایفائنڈ Key Board کہلاتا ہے۔

☆☆☆

داعی اسلام شیخ ابوسعید شاہ احسان اللہ محمدی صفوی ادام اللہ ظلہ علینا

کی قلبی واردات، گنجینہ معانی، بحر حقائق ومعارف، مثنوی

نغمات الاسرار فی مقامات الابرار

کا تیسرا ایڈیشن اپنے نئے رنگ وآہنگ اور ضروری توضیحی حواشی کے ساتھ منظر عام پر آچکا ہے۔

رابطہ کریں:

شاہ صفی اکیڈمی

خانقاہ عارفیہ،سید سراواں،کوشامبی (الہ آباد)212213(یوپی)

Mobile: 08081898965

مسلمانوں میں اتحاد اور دعوت کا فروغ وقت کی اہم ضرورت

عرس سلطان العارفین کے موقع پر علمائے کرام کا اظہار خیال

خانقاہ عارفیہ سید سراواں مسلمانوں میں اتحاد کی دعوت کے ساتھ اہل سنت و جماعت کے عقائد و معمولات پر استقامت اور ان کی دعوت و تبلیغ میں مصروف ہے۔ یہ خانقاہ بطور خاص ''عقیدۂ توحید و رسالت'' میں مسلمانوں کو راہ اعتدال پر رہنے کی دعوت دیتی ہے۔ عقیدۂ توحید کی ایسی تعبیر جس سے عقیدۂ رسالت مجروح ہو یا عقیدۂ رسالت کی ایسی تشریح جس سے عقیدۂ توحید پر ضرب پڑے، خانقاہ عارفیہ ان دونوں رویوں کے خلاف ہے، اسی طرح اس خانقاہ کے بنیادی منشور میں یہ دفعہ بھی ہے کہ اہل سنت و جماعت کے تمام علما و مشائخ کا احترام کیا جائے اور سب سے بڑھ کر یہ کہ دین کی دعوت و تبلیغ کا فریضہ ہر شخص اپنی استطاعت بھر انجام دے، ان خیالات کا اظہار مولانا عارف اقبال مصباحی مہتمم دار العلوم تاج الشریعہ مدھوبنی بہار نے اپنے خصوصی خطاب میں فرمایا۔

سلطان العارفین حضرت مخدوم شاہ عارف صفی قدس سرہ (وفات: ۱۹۰۳ء) انیسوی صدی عیسوی کے ایک بڑے صوفی، صاحب حال و قال اور داعی و مبلغ صوفی تھے، آپ ہی نے ۱۸۸۸ء میں ''خانقاہ عالیہ عارفیہ سید سراواں'' کی بنیاد رکھی تھی، آپ کا عرس ۴/ اکتوبر ۲۰۱۲ کو بعد نماز مغرب غسل چھوٹی درگاہ سے شروع ہو کر ۶/ اکتوبر کو بعد نماز فجر قل شریف اور لنگر عام پر اختتام پذیر ہوا۔

عرس کی یہ ساری تقریبات عصر حاضر کے معروف داعی و مبلغ شیخ ابو سعید شاہ احسان اللہ محمدی صفوی ادام اللہ ظلہ العالی کی سرپرستی اور نگرانی میں منعقد ہوئیں، اور ان کا تمام انتظام و انصرام ''شاہ صفی میموریل ٹرسٹ'' کے ذریعے انجام پایا۔

۵/ اکتوبر کو بعد نماز عشا ''جامعہ عارفیہ'' سے فارغ ہونے والے علما اور حفاظ کی دستار بندی ہوئی اور علمائے کرام کے بیانات ہوئے۔

مولانا ذیشان احمد مصباحی نے اپنے افتتاحی خطاب میں کہا کہ مشائخ اور علمائے اہل سنت پر اعتراض کرنے سے بچنا چاہیے، جو بات سمجھ میں نہ آئے اسے دریافت کرنا چاہیے، مگر یہ دریافت از راہ سوال ہو نہ کہ از راہ اعتراض۔ مولانا نے یہ بھی کہا کہ ہر شخص کو چاہیے کہ وہ مسائل کی خود تحقیق کرے اور ان پر عمل کرے یا اپنے معتمد عالم اور شیخ کی باتوں پر عمل کرے لیکن اس کے باوجود دوسرے علما کی تحقیقات کو یکسر مسترد نہ کر دے نہ اپنی تحقیق اور رائے کو حرف آخر سمجھے، کیوں کہ ایسا سمجھنا بالواسطہ نبوت کا دعوی کرنا ہے جو باطل ہے، اگر اس انداز نظر سے علما سوچیں تو ان کے درمیان جزوی مسائل میں اختلافات تو ہوں گے لیکن یہ اختلافات رحمت ثابت ہوں گے زحمت نہیں۔

مولانا ضیاء الرحمٰن علیمی ریسرچ اسکالر جواہر لال نہرو یونیورسٹی نے اسلامی تاریخ کی روشنی میں مشائخ کی صحبت اختیار کرنے پر زور دیتے ہوئے کہا کہ عارف باللہ عطاء اللہ اسکندری اور علامہ عبد الوہاب شعرانی نے اپنے وقت کے امام شریعت ہوتے ہوئے بھی طریقت میں اُمّی مشائخ کی صحبت اختیار کی اور ان سے استفادہ کیا۔

جامعہ عارفیہ سید سراواں کے نائب پرنسپل مفتی کتاب الدین رضوی نے ''مسلمانوں کا موجودہ اضطراب اور اس کا صوفیانہ حل'' کے

موضوع پر خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ آج مسلمانوں میں جو بے چینی اور اضطراب پایا جارہا ہے اس کا واحد حل صوفیانہ طرز عمل ہے۔ آپ نے دلائل کی روشنی میں تایا کہ شریعت کی پابندی کیوں ضروری ہے اور یہ کہ شریعت ربانی کا اتباع کیے بغیر کسی کو چارہ کار کیوں نہیں ہے۔

جامعہ عارفیہ کے ترجمان مولانا مجیب الرحمٰن علیمی نے جامعہ وخانقاہ کی تعلیمی ،تعمیری ،اصلاحی اشاعتی اور تبلیغی سرگرمیوں کی رپورٹ پیش کی اور جامعہ کے احاطے میں چار منزلہ عظیم الشان ہاسٹل کے سنگ بنیاد ڈالے جانے کا اعلان بھی کیا اوراس کے بعد سلام ودعا کے بعد یہ محفل اپنے اختتام کو پہنچی ، پھر سماع کی نورانی محفل کا انعقاد ہوا،اور لنگر کی تقسیم ہوئی جس میں مختلف مذاہب وثقافت کے لوگوں نے حصہ لیا۔ (رپورٹ: ساجد علی سعیدی، تخصص فی الدعوۃ والعلوم الاسلامیہ، جامعہ عارفیہ،سید سراواں،الہ آباد)

علی گڑھ مسلم یونیورسٹی میں ''التوحید'' کانفرنس

''توحید ہمارے ایمان کا رکن اعظم ہے جب تک ہماری توحید میں کمی رہے گی ہمیں رسالت کی حقیقی معرفت حاصل نہیں ہوسکتی ،توحید میں نقص کی وجہ سے ہی ہمارے تمام اعمال سے اخلاص کا عنصر رخصت ہو چکا ہے۔ اگر توحید ہماری زندگی میں رچ بس جائے تو ہمارے تمام اعمال اخلاص کا مرقع بن جائیں گے۔''

ان خیالات کا اظہار مولانا ضیاء الرحمٰن علیمی ریسرچ اسکالر جواہر لال نہرو یونیورسٹی نے ۲۲ر ستمبر کو طلبہ علی گڑھ مسلم یونیورسٹی کی طرف سے ہونے والے التوحید کانفرنس میں کیا۔ یہ پروگرام علی گڑھ مسلم یونیورسٹی کے کینڈی آڈیٹوریم میں داعی اسلام حضرت شیخ ابوسعید شاہ احسان اللہ محمدی صفوی مدظلہ العالی کی صدارت میں منعقد ہوا۔

۸:۳۰ ر پر مولانا عمران مصباحی کی تلاوت سے پروگرام کا آغاز ہوا،اس کے بعد جامعہ عارفیہ سید سراواں کے طالب علم محمد فیضان اور یونیورسٹی کے طالب علم ازہر نور مبارک پوری نے نعت شریف پیش کی۔ پھر مولانا ضیاء الرحمٰن علیمی نے ''توحید اور ہماری صورت حال'' کے موضوع پر گفتگو کی اور حضرت مولانا عارف اقبال مصباحی نے ''حقیقی توحید کیسے حاصل کی جائے'' اس موضوع پر مفصل خطاب کیا اور واضح کیا کہ صرف توحید علمی سے ہمیں کل بروز قیامت کامیابی حاصل نہیں ہوسکتی بلکہ اس کے لیے توحید کو اپنے رگ وپے میں سرایت کرنا ہوگا، یوں ہی مومن ہونے کے لیے یہ ضروری ہے کہ وہ توحید بواسطۂ رسالت حاصل ہو ورنہ انسان موحد تو ہوسکتا ہے مومن نہیں، اور اگر ہم توحید کا اثر اپنی عملی زندگی میں دیکھنا چاہتے ہیں تو لازم ہے کہ مشائخ کی صحبت حاصل کی جائے اور ان کے در پر اپنے آپ کو ڈال دیا جائے۔

۱۱:۴۰ ر بجے صلاۃ وسلام اور داعی اسلام کی دعاؤں پر پروگرام کا اختتام ہوا۔ اس میں طلبہ اے. ایم. یو. علی گڑھ کے علاوہ شہر اور سول لائن کے لوگوں کی بھی ایک بڑی تعداد نے شرکت کی۔ ڈائس پر حضرت داعی اسلام کے علاوہ ڈاکٹر فضل محمود پرووسٹ وی. ایم. ہال اے. ایم. یو. علی گڑھ ،سجادہ نشین درگاہ سرکار عالی بدرالہند بنیر شریف بلند شہر یو پی ،مولانا نعمان ازہری جامعۃ البرکات ،مولانا حسن سعید صفوی ازہری اور شہر کے متحرک مذہبی کارکن سید مصطفیٰ علی بھی موجود تھے۔ اس پروگرام کے انعقاد میں مولانا فیضان عزیزی اور ان کے تمام رفقا واحباب نے اپنی سرگرم دلچسپی کا مظاہرہ کیا۔

رپورٹ: عطاء الاسلام، سنی پریئر مونیٹر، وی. ایم. ہال، اے. ایم. یو. علی گڑھ

تصوف پر علمی، تنقیدی و دعوتی مجلّہ

کتابی سلسلہ **الاحسان** الٰہ آباد

کا چوتھا شمارہ زیر ترتیب ہے!

مجلّہ **الاحسان** ایک علمی، فکری اور دعوتی تحریک ہے جس کا مقصد، حقیقی اور عملی تصوف کے احیا کے ساتھ تصوف کے نام پر پھیلے خرافات کا خاتمہ اور غلط فہمیوں کا ازالہ ہے۔

اہل علم سے گزارش ہے کہ تصوف کے مختلف پہلوؤں پر اپنی علمی و فکری نگارشات سے اس علمی تحریک اور دعوتی مشن کو تقویت بخشیں۔

اپنی تحریر درج ذیل پتے پر ارسال کریں!

Shah Safi Academy, Khanqah-e-Arifia
Saiyed Sarawan, Kaushambi, Allahabad U.P.(India)
Pin Code: 212213
Email: alehsaan.yearly@gmail.com
shahsafiacademy@gmail.com
Mob:+91-9598618756/ 9026981216

تصوف پر علمی، تحقیقی و دعوتی مجلّہ

کتابی سلسلہ **الاحسان** الٰہ آباد

کا تیسرا شمارہ منظر عام پر آچکا ہے۔

صفحات: 408/- **قیمت**: 225/-

خواہش مند حضرات اپنی کاپی/ایجنسی حاصل کرنے کے لیے رابطہ کریں۔

دھلی آفس: 47/14، فرسٹ فلور، ایچ بلاک، بٹلہ ہاوس، اوکھلا، نئی دہلی-110025

Mob: 09899156384

مشمولہ تحریروں میں الفاظ کے معانی ومفاہیم

الفاظ	معانی	الفاظ	معانی
اجسام، جسم کی جمع	بدن	تسکین	دلاسا دینا،تسلی دینا
استغاثہ	مدد چاہنا، انصاف چاہنا	تلافی	بھرپائی کرنا
اعادہ	بار بار کرنا، لوٹانا	تضاد	الٹا، خلاف
استحباب	پسندیدہ، کارثواب	تلخ	کڑوا، بے مزہ
اعلاءِ کلمۃ الحق	غالب کرنا، اسلام کو بلند کرنا	تفرید	تنہا رہنا
ابر کہسار	جو بادل پہاڑ کی جانب اٹھے	تجرید	اکیلا رہنا، تنہائی
استعارہ	مرادی معنی لینا، مجاز تشبیہی	ثناخواں	تعریف کرنے والا
افق	کنارا، جہاں زمین آسمان ملے دکھائی دیں	جہاد اصغر	چھوٹا جہاد، اللہ کے لیے جنگ
افکار، فکر کی جمع	سوچ بچار، خیال	جہاد اکبر	بڑا جہاد، نفس سے جنگ
اعتدال	بیچ کا راستہ، نہ زیادہ نہ کم	جزو	حصہ، ٹکڑا
بشارت	خوش خبری	حلم	نرم دلی، برداشت، بردبار
بصیرت	دل کی بینائی، سمجھ بوجھ، عقل مندی	حدی خواں	گانے والا
باطنی معاملات	روحانی معاملات	حصار	گھیرا، دائرہ
بہتان تراشی	الزام لگانا	حقیر	معمولی،
پست دماغ	ناسمجھ، بیوقوف، کم دماغ والا	حیات ربانیہ	اللہ کی دی ہوئی زندگی
پنہاں	چھپا ہوا	خاکستر	راکھ
تسلط	قبضہ، غلبہ، قابو	خواجگی	رہبری، اگوائی
تربتر	پانی میں بھیگا ہوا، بالکل گیلا	دارالحکمت	حکمت کا گھر، یہاں دل مراد ہے
توسل	وسیلہ، ذریعہ	ذرائع ابلاغ	بات پہنچانے کا ذریعہ
تدارک	اصلاح، اُپائے، درستی	زبرجد	ایک قسم کا قیمتی پتھر، جوہر
ترغیب	شوق دلانا، آمادہ کرنا	زادسفر	توشہ، راستے کا خرچ

مشمولہ تحریروں میں الفاظ کے معانی ومفاہیم

الفاظ	معانی	الفاظ	معانی
شاد	خوشی	مظاہر،مظہر کی جمع	ظاہر ہونے کی جگہ
صفحۂ ہستی	زندگی کا صفحہ، دنیا مراد ہے	ماورائی جہت	جس کی کوئی جہت نہ ہو، الٰہیات
ضائع	برباد	مادّہ پرست	دنیا ہی کو سب کچھ جاننے والا
طمع	لالچ	معیشت	بسر اوقات کے سامان
طواف	چکر لگانا	موقوف	روکا گیا، منسوخ کیا گیا
عروج وارتقا	ترقی	معصوم	بے گناہ، بے قصور
علم ودانش	سمجھ بوجھ	منکسر المزاج	نرم مزاج، مسکین طبع
عمومیت	عام طور سے	مرغوب	پسندیدہ، لذیذ
غیبی لطائف	ایسی بات جو اللہ کی طرف سے دل میں آئے	مجاہدہ	ریاضت، نفس کشی، سخت محنت
غصب	چھین لینا	نشیب وفراز	اتار چڑھاؤ، اونچ نیچ
فسق وفجور	بدکاری، گناہ کاری	نمو	اگنا، بڑھنے پھولنے کی طاقت
فرض عین	ضروری فرض، نہایت ضروری عمل	ناسوت	دنیا
کج فکری	غلط سوچ، ناقص خیال	وافر	زیادہ
کجاوہ	اونٹ کی کاٹھی، اونٹ پر بیٹھنے کی سیٹ	ولادت ثانیہ	دوسری پیدائش، نئی زندگی
کیمیا	سونے یا چاندی بنانے کا کیمکل	یاقوت	قیمتی پتھر، ایک قسم کا ہیرا
کشف	ظاہر ہونا		
لقا	ملاقات		
لواحقین	مرنے والے کے رشتے دار		
مانند	طرح، مثل		
مصائب وآلام	پریشانیاں		

ماہنامہ خضر راہ کا پانچ سالہ
ممبر بنیں
صرف -/900 روپے میں

نوٹ: مذکورہ بالا الفاظ کے معانی ومفاہیم مشمولہ مضامین کے معانی مفاہیم کے اعتبار سے دیے گئے ہیں۔

ماھنامه خضر راہ حاصل کرنے کے پتے

الہ آباد واطراف

ابومیانز شاھی اسٹور،نوراللہ روڈ،الہ آباد-9839457055
محمد قیس خاں، ممتاز العلوم، تمئی، کوشامبی ۔9936890704
محمد زبیر عالم،گریاواں،منصور آباد،الہ آباد-9795252994
محمد امتیاز، کنڈا، پرتاپ گڑھ، یوپی-8808646082
حجاز بک ڈپو،سیف آباد، پرتاپ گڑھ، یوپی-9839112969
عمران احمد، بابوپوروا، کانپور-9839101833
مولا نا منور حسین،سمنان گارڈن،، لکھنؤ-9889245245
حافظ نیر اعظم، کینٹ روڈ، لال باغ لکھنؤ-09125139191
محمد ارشد خان، کشمیری گیٹ، فیروز آباد، یوپی-9259589974
امام مسجد بدا خاں،کھٹک پورہ،فرخ آباد،یوپی-8858839054
مدرسه فیض العلوم صابریه،گاندھی نگر،آگرہ-9286192523

ممبئی واطراف

قاری سرفراز، دھاراوی، ممبئی-09323861303
شیخ جاوید اقبال، شیلیس نگر، ممرا، مہاراشٹر-9322865066
محمد ابراهیم، شولاپور، مہاراشٹر-9421067863
ابراهیم۔منگل گیری، شولاپور-9421067863
عبد الوھاب، ہاؤسنگ بورڈ، مڈگاؤں، گوا-9763900918
عادل نورانی، الامین مسجد، سلطانیہ جمخانہ، سورت-9897657786
گلشن میڈیکیئر، سکندرآباد، حیدرآباد-27716760

جنوبی ہند واطراف

محمد سلمان، سلاگٹہ، چکبالم پور، کرناٹک-9880095263
مولانا مشتاق، بیلگام، کرناٹک-8147449067
عزیز صدیق احمد، .H.K.P روڈ، بنگلور-9343324034
مدرسه بیت القرآن،وینگل راؤنگر، نیلور-9849647618
غلام ذو النورین، حسینی مسجد، بیکانیر-9460172623
چشتی بک ڈپو، نزدمین گیٹ، درگاہ اجمیر۔9460933025
قریشی نیوز ایجنسی،رجک سنیمارو ڈ، راورکیلا، اڑیسہ 9439499458
آمر نانگبری، ہاویل روڈ، لابان، شیلانگ، میگھالیہ-8794042067
حافظ شبیر شاداب، دُرگ، چھتیس گڑھ-7869230382

دہلی واطراف

خواجه بک ڈپو،ٹیامحل، جامع مسجد، دہلی-9313086318
مولانا عبد الودود، النور مسجد، جنک پوری، دہلی-9650203792
خان بک ڈپو، درگاہ مہرولی، نئی دہلی-
اخبار ایجنسی،شاہین باغ ہائی ایکس ٹینشن روڈ، نئی دہلی-
مولانا شفیق،مسجد عمر فاروق، شاہین باغ، دہلی-9716559786
الجامعة الاسلامیه، جیت پور II، دہلی-9650934740
شاه صفی اکیڈمی، بٹلہ ہاؤس، دہلی-9910865854
عبدالله بک ڈپو، پونچھ، ریاست جموں وکشمیر-

کولکاتا واطراف

نیوز پیپر ایجنٹ، رابندراسارانی، کولکاتا-9748210140
بک اسٹال، نیئر مسلم انسٹی ٹیوٹ، کولکاتا، 9330643486.16
خانقاه نعمتی ٹیابرج، کولکاتا-09831746380
مدرسه سلیمیه فیض العلوم، کمرہٹی، کولکاتا-9748421851
نسیم بک ڈپو، کولوٹولہ، کولکاتا-9339422992
رضا بک سینٹر، روشن گلدار لین، ٹکیہ پارہ، ہاوڑہ-9330462827

بہار واطراف

امدادیه بک ڈپو، جامع مسجد روڈ، ہزاری باغ-9835523993
دار العلوم غریب نواز، جھلوا، گڑھوا، جھارکھنڈ-
محمد اجمل، جپلا، پلامو، جھارکھنڈ-9430003405
دلکش بک ڈپو، رام گڑھ، جھارکھنڈ-9798306353
بک ایمپوریم، اردو بازار، سبزی باغ، پٹنہ-9304888739
مولانا غلام سبحانی، رضا مسجد، مہندرو، پٹنہ-9386979260
مراد علی، بارون بازار، اورنگ آباد، بہار-9507840625
حافظ عبداللطیف، نیل کوٹھی، ڈہری اون سون، رہتاس، بہار-
انصار بک ڈپو، بارہ پتھر، ڈہری اون سون-8603741579
مدرسه عارفیه سعید العلوم، نہوٹا شیر گھاٹی، گیا-9939479919
رضابک سیلر، کمپنی باغ، مظفر پور، بہار-9709634293
دار العلوم تاج الشریعه، مصری گنج، مدھوبنی-9931431786
دینی کتاب گھر، ڈومرا روڈ، راجوپٹی، سیتامڑھی-9661721493
اسلامک ایجوکیشن سینٹر، ڈھاکہ، موتیہاری-9910865854

نوٹ: ایجنسی حاصل کرنے کے خواھش مند حضرات رابطه کریں:9312922953

شرح اشتہارات اور سالانہ ممبر شپ کی تفصیل

SUBSCRIBTION TODAY:

Fill in this card with your details for subscription and mail along with your cheque/DD to the following address:

SHAH SAFI ACADEMY

Jamia Arifia,Saiyed Sarawan, Kaushmbi, Allahabad, U.P Pin: 212213

Cheque/DD In favour of, **"SHAH SAFI ACADEMY"**

HDFC Bank A/c No. 22631450000118

Name:..

Village:..

City..........................State............................Pin Code:...................

Tel. No:.......................................E-mail:.......................................

MAHNAMA KHIZR-E-RAH SUBSCRIBTION RARE:

One Year	:	200
Five Years	:	900
Life Time	:	5000

ADVERTISING RATES:

Cover page Clour	Half Page Clour	Black & White
Back Cover 10000.00	Back Cover 5000.00	Full Page 3000.00
Front Inside Cover 8000.00	Front Inside Cover 4000.00	Half Page 2000.00
Back Inside Cover 8000.00	Back Inside Cover 4000.00	

ADVERTISING AND SUBSCRIBTION OFFICE

Shah Safi Academy, Jamia Arifia,
Saiyed Sarawan, Kaushambi,
Allahabad,(UP) Pin: 212213
Mob: 9312922953, 08081898965
E-mail: khizrerzh@gmail.com